بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکہتِ وستانویؒ

بقلم

مولانا الطاف مدھوبنی اشاعتی

مدرس: مدنی اسکول شریوردھن رائے گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکہتِ وستانویؒ

بقلم

مولانا الطاف مدھوبنی اشاعتی

مدرس: مدنی اسکول شریوردھن رائے گڑھ

نام کتابچہ	:	نکہتِ وستانویؒ
بقلم	:	مولانا الطاف مدھوبنی اشاعتی مدنی اسکول شریوردھن رائے گڑھ
موبائل نمبر	:	(+91) 9067202459
صفحات	:	اسی (80)
اشاعت	:	21 مئی 2025
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازی اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

انتساب

یہ کتاب میں

محبت و وفا کے جذبات کے ساتھ اپنے تمام محبّین و مخلصین ، مشفق و مکرم والدین، اور بالخصوص اُس عظیم مردِ خدا، خادمِ قرآن، سلطانُ المدارس و المساجد ، حضرتِ اقدس مولانا غلام محمد صاحب وستانوی قدس سرہٗ کے حضورِ نذر کرتا ہوں، جن کی روحانی سرپرستی، علمی فیضان اور دعاؤں کی برکت میرے لیے سرمایۂ حیات ہے۔

(مولانا) الطاف مدھوبنی اشاعتی

مدرس: مدنی اسکول شریوردھن رائے گڑھ

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

بقلم :- مؤلف

دل کی گہرائیوں میں چھپی ایک محبت ہے، ایک درد ہے، ایک کشش ہے جسے الفاظ میں باندھنا آسان نہیں۔یہ محبت اور درد میرے لیےحضرت مولانا وستانویؒ کی یادوں کی خوشبو کی مانند ہے، جو ہر سانس کےساتھ میرے دل و دماغ کو مہکا دیتی ہے۔ انکے بغیر زندگی کی وہ رونق اور روشنی شاید ادھوری سی لگتی ہے۔

یہ کتابچہ میرےدل کا وہ نکہتِ خاص ہے جومیں نے ان کی شخصیت، ان کے افکار، اور انکی بے لوث خدمات سے سیکھا ہے۔ ہر لفظ، ہر جملہ میرے دل کی گہرائیوں سے نکل کر اُن کے عشق کا ترجمان ہے۔ وہ عشق جو ہمیں سکھاتا ہے کہ علم صرف کتابوں میں نہیں بلکہ خدمت، قربانی اور خلوص میں بھی پنہاں ہوتا ہے۔

جب میں اُن کے وصال کی خبر سن کر بے قابو ہوا، تو دل کی وہ دنیا بکھر گئی جس میں وہ میرےلیے مشعلِ راہ تھے۔یہ کتابچہ اس ٹوٹےہوئے دل کی مرہم ہے، اور اُس جذبے کی صدا جو کبھی مدھم نہیں ہو سکتی۔ یہ تحریر اُن لاکھوں دلوں کی آواز ہے جو آج بھی حضرت وستانویؒ کی یاد میں جل رہے ہیں، اور انکے مشن کو زندہ رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ نکہتِ وستانوی آپ کے دلوں کو بھی مہکا دے، اور محبت و علم کی اس روشنی کو ہر جگہ پھیلائے جہاں اندھیروں کا راج ہو۔

اظہارِ خیال ـــــــــــــــــــــ بقلم :-مولانا سیماب احمد اشاعتی

"نکہتِ وستانویؒ" صرف ایک یادگار کتابچہ نہیں،بلکہ ایک روحانی خوشبو ہے — ایسی مہک جو حضرت مولانا وستانویؒ کی زندگی، انکے افکار ، اور ان کے بے مثال جذبۂ خدمت سے اٹھتی ہے۔یہ وہ نکہت ہے جو ہر اُس دل کو مہکا دیتی ہے جو علم سے عشق رکھتا ہو، اور امت کے درد کو محسوس کرتا ہو۔

یہ کتابچہ "ادھورا خواب، شرمندۂ تعبیر" کا وہ جمالیاتی عکس ہے جو حضرت باندویؒ کے خوابوں کی تعبیر حضرت وستانویؒ کی شبانہ روز جدوجہد میں تلاش کرتا ہے۔ ایک خواب جو صرف تصور میں نہیں بلکہ کردار،اخلاص، قربانی اور علم کی عملی دنیا میں پروان چڑھا۔

"نکہتِ وستانویؒ" ہمیں یاد دلاتی ہے کہ علمی وراثت صرف کتابوں کی ورق گردانی نہیں، بلکہ ان پاکیزہ سینوں میں زندہ رہتی ہےجن میں اخلاص کی حرارت ہواور مشن کی روشنی

یہ کتابچہ اُن نسلوں کے لیے ایک فکری چراغ ہے جو اندھیروں میں راہ تلاش کر رہی ہیں، اور اُن قلوب کے لیے مرہم ہے جو حضرت وستانویؒ کی جدائی سے ٹوٹ گئے۔
یہ تحریر ایک دعوتِ فکر بھی ہےاور پیامِ عشق بھی — ایک پیغام کہ علم ودین کا چراغ بجھنے نہ پائے، اور نکہتِ وستانویؒ ہر دل میں جا بسے۔۔۔

وفا اور عقیدت کا روشن آئینہ

بقلم :- مولانا رحمت اللہ قاسمی

نکہتِ وستانوی کو پڑھتے ہوئے دل میں ایک خاص جذبہ جاگ اٹھتا ہے—وہی جذبہ جو عشق و محبت کی مٹھاس لیے ہوتا ہے۔ **الطاف مدھوبنی صاحب** کی یہ تحریر محض کاغذ پر لکھے الفاظ نہیں بلکہ ایک زندہ روح کی عکاسی ہے جو حضرت وستانویؒ کی ذات اور تعلیمات سے گہرائی سے جڑی ہوئی ہے۔ ہر لفظ میں دل کی صداقت، ہر سطر میں عقیدت کی مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔

یہ کتاب نہ صرف ایک داستان ہے بلکہ ایک مقدس سفر کی تصویر ہے، جو قاری کو اپنے مشائخ کی نسبت کے حقیقی مفہوم سے روشناس کراتی ہے،الطاف مدھوبنی نے اپنی ذاتی زندگی کے تلخ و شیریں تجربات، اپنے جذبوں اور خدمات کو اتنے نرم اور پراثر انداز میں بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا خود کو اس سفر کا حصہ محسوس کرتا ہے۔

انکے دل کی بےتابی،روح کی پیاس، اور محبت کا گہرا رنگ ہر شعر اور ہر نثر میں نمایاں ہے۔ خاص طور پر وہ لمحات جب انہوں نے حضرت وستانویؒ کے وصال کی خبر پائی، قاری کے دل کو بھی افسردگی اور غم کی کیفیت سے گزار دیتے ہیں۔ یہ عقیدت، یہ وفاداری، اور یہ خلوص نکہتِ وستانوی کو صرف ایک کتاب نہیں بلکہ ایک چراغ بنا دیتا ہے جو محبت کے رنگ سے روشن ہوتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے ایک رہنما ہے جو اپنی روح کو اعلیٰ خدمت اورعقیدت کی روشنی سے منور کرنا چاہتاہے۔ الطاف بھائی کی یہ تحریر ہمیں سکھاتی ہے کہ نسبت صرف تعلق نہیں بلکہ ایک زندہ جذبہ ہے، ایک روشنی ہے جو دلوں کو روشن کرتی ہے اور روحوں کو تازگی بخشتی ہے۔

نکہتِ وستانوی ایک ایسی خوشبو ہے جو ہمیشہ دلوں کو مہکاتی رہے گی اور محبت کی زبان بولتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب نہ صرف ایک علمی سرمایہ ہے بلکہ ایک جذباتی ورثہ بھی ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہے گا۔

نقوشِ عنایت ——— بقلم :- مفتی عبدالمتین اشاعتی کانڑگاوی

نکہتِ وستانوی ایک علمی، روحانی اور جذباتی خراجِ عقیدت !

یہ کتابچہ نہ صرف ایک مردِ مومن کی سوانحی جھلکیاں پیش کرتا ہے بل کہ ایک عہد کے تجدیدی سفر کا آئینہ بھی ہے۔خادم کتاب وسنت،رئیس جامعہ حضرت **مولاناغلام محمد وستانوی رحمہ اللہ** کے افکار و خدمات کا عکس (جنہیں بیسویں اور اکیسویں صدی کے سنگم پر ایک مجددی حیثیت حاصل ہوئی)، اس کتابچے کے ہر ورق پر محسوس ہوتا ہے۔

تحریریں، یادیں ، واقعات اور منظوم کلام سب کو ملا کر **نکہتِ وستانوی** محض ایک مجموعۂ مقالات نہیں، بل کہ دلوں میں ایک نیا جذبہ، امنگ، روشنی اور عزم و حوصلہ پیدا کرنے کا سبب ہے۔

اہلِ علم، طالبانِ حق، اورنوجوان نسل کے لیے یہ کتابچہ ایک بصیرت افروز مشعلِ راہ ہے۔ امید ہے کہ اس مجموعے کو پڑھ کر حضرت رحمہ اللہ سے وابستہ افراد، ادارے اور تنظیمیں نہ صرف حضرت وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھائیں گے، بل کہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی یہ کتاب ایک قیمتی سرمایہ ثابت ہوگی۔

نکہتِ وستانوی نامی کتابچہ جو جامعہ اکل کوا کے ہونہار فاضل **مولوی الطاف مدھوبنی اشاعتی**

کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جسے انھوں نے حضرت کی وفات پر حسرت کے بعد وقتاً فوقتاً اپنے قلبی جذبات و خیالات کے اظہار کی شکل میں پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور یہ کتابچہ علماء وطلبہ کے لیے واقعۃً دینی و دنیوی رہنمائی، روشنی، تجدید عزائم و استقامت اور عشقِ الٰہی کا ایک مؤثر ذریعہ بنے۔۔۔آمین یا رب العالمین!

مولانا عبد المتین اشاعتی کانڑگاؤں

استاذ جامعہ اکل کوا / ۲۱/ ذو القعدۃ ۱٤٤٦ھ

مجددِ عصر کا نکہت آمیز تذکرہ —— بقلم :- مولانا عیاض احمد اشاعتی

نکہتِ وستانوی —— الطاف مدھوبنی کا نذرانۂ عقیدت

حضرت وستانوی رحمہ اللہ کی زندگی ایک مجدد، رہبر اور خادمِ دین کی روشن علامت تھی۔ آپ کی حیاتِ طیبہ علم و عمل، تقویٰ و اخلاص، اور امت کی اصلاح و رہنمائی کا نادر نمونہ تھی۔ آپ نے ہر طبقے کی تربیت کی، ہر سطح پر امت کو بیدار کیا، اور قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاحِ معاشرہ کا پیغام عام کیا۔

اسی عظیم شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیےمولوی الطاف مدھوبنی نے نکہتِ وستانوی کے نام سے ایک مختصر مگر بامعنی کتابچہ مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب حضرت کی یادوں، نقوش، افکار اور جدوجہد کا ایک نکہت آمیز تذکرہ ہے، جس سے عقیدت کی خوشبو بھی آتی ہے اور فکری رہنمائی بھی۔

کتابچے میں شامل موضوعات جیسے اکیسویں صدی کا مجدد ہم سے رخصت ہوا، قرآن کا سپاہی، قربانی کا چراغ، مسجد میمنی کی یادیں اور نکہتِ عقیدت—سب حضرت وستانوی رحمہ اللہ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔

نکہتِ وستانوی نہ صرف ایک بزرگ کے کارناموں کی یادگار ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت، جذبے اور عمل کا ایک چراغ بھی ہے۔ یہ کتابچہ واقعۃً "مجددِ عصر کا نکہت آمیز تذکرہ" ہے—جس میں ایک ولی اللہ کی زندگی کی مہک بکھری ہوئی ہے۔

مولانا عیاض احمد اشاعتی

استاذ دارالقرآن اکل کوا

کلماتِ ستائش ———— بقلم :- مفتی محمد شمشاد اشاعتی مدھوبنی

نکہتِ وستانوی عقیدت، یادیں اور رہنمائی کا چراغ

انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نےجذبات واحساسات کاایک قوی مادہ رکھا ہے۔ انسان زندگی کے ہرمرحلے۔خواہ وہ رنج و غم ہو یا خوشی و مسرت، بیتے ہوئے ایّام ہوں یا یادگار لمحے، انہیں محسوس کرتا ہے اور اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

زبان وقلم انسانی جذبات کے اظہار کے سب سے موثر اور باوقار ذرائع ہیں۔ زبان الفاظ کو جنم دیتی ہے ، اور قلم ان احساسات کو دوام عطا کرتا ہے۔ جب انسان اپنے دل کی کیفیت کو تحریر میں ڈھالتا ہے،تو بسااوقات اس کے خیالات کی گہرائی اور اثر پذیری ایسی ہوتی ہے کہ وہ تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

انہی سچی تحریروں میں ایک گراں قدر اضافہ یہ کتابچہ نکہتِ وستانوی ہے، جو خادمِ قرآن و المساجد،رئیس الجامعہ حضرت مولاناغلام محمد صاحب وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ہے۔

اس میں مولانا محمد الطاف اشاعتی مدھوبنی نےحضرت وستانویؒ سے اپنی محبت، عقیدت، اور صحبت کے یادگارلمحات کو نہایت مؤثر اسلوب میں قلم بندکیا ہے۔ اس کتاب میں حضرتؒ کی خدمات، کارنامےاور ان سے جڑی یادوں کو نہایت سادگی مگر گہرائی سے مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف عقیدت و محبت کی خوشبو سے معطر ہے بلکہ فکری و عملی رہنمائی سے بھی لبریز ہے۔ یہ عزم و حوصلے کو مہمیز دینے والی باتوں کا خزانہ ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

میں مولانا الطاف صاحب کو اس علمی و روحانی خدمت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے ، انہیں مزید ہمت ، استقامت اور اخلاص عطا فرمائے ، اور ہم سب کو مشنِ وستانوی پر گامزن فرمائے۔ آمین۔

مفتی محمد شمشاد اشاعتی مدھوبنی
خادمِ تدریس، مرکز اسلامی سلیمیہ
سلوڑ، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر

کلماتِ خیر ـــــــــ بقلم :- محترم جناب جمیل احمد مالیگ

نکہتِ وستانوی: روشنی کا مینار، سیرتِ وستانویؒ کا پُرخلوص آئینہ

حضرت مولاناغلام محمدوستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ایک ایسامینارِ نورہےجو علمی و فکری جہتوں کےساتھ ساتھ روحانی بلندیوں کابھی مظہر ہے۔ نکہتِ وستانوی حضرت کی اسی عالی مرتبت شخصیت کا ایسا پُرخلوص اور جامع خاکہ ہے جو قاری کے دل میں محبت، عقیدت، اور عمل کی تحریک پیدا کرتا ہے۔

مولانا محمد الطاف اشاعتی مدھوبنی نے جس محبت، فہم و فراست اور اخلاص کے ساتھ اس کتابچے کو ترتیب دیا ہے ، وہ واقعی قابلِ ستائش ہے۔ یہ تحریر ہمیں حضرت وستانویؒ کی سادگی، اخلاص، دینی غیرت، اور اصلاحِ معاشرہ کی جدوجہد کی یاد دلاتی ہے، جو آج بھی ہمارے لیے ایک روشن مشعلِ راہ ہے۔

نکہتِ وستانوی صرف ایک تعارفی کتابچہ نہیں ، بلکہ ایک فکری و روحانی رہنما ہے جو دلوں میں دینی جذبات، علمی شوق، اور عملی اصلاح کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔خصوصاً نوجوان نسل کے لیے یہ کتاب ایک ایسی روشنی ہے جو انہیں دین، اخلاق، اور خدمتِ خلق کی حقیقی قدروں سے روشناس کراتی ہے۔

میں مولانا الطاف مدھوبنی کی اس علمی و قلبی کاوش کو دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتاہوں،اور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل کےمیدان میں مزید کامیابیاں عطافرمائے،اورحضرت وستانویؒ کےفیوض وبرکات ہمیشہ ہماری زندگیوں کومنور کرتے رہیں۔

جمیل احمد مالیگ ، پرنسپل، مدنی ہائی اسکول، شری وردھن، ضلع رائے گڑھ

نقشِ جذبات و عقیدت ـــــــــــ بقلم :-مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادیؔ

الحمد للہ! مولانا الطاف صاحب اشاعتی مدھوبنی (مدرس مدنی ہائی اسکول شری وردھن ضلع رائے گڑھ) کی مرتب کردہ یہ کتاب ,,نکہت وستانوی،، ایک نہایت پُر اثر اور دل کو چھو لینے والی تالیف ہے جو سراپا علم و عمل اخلاص و ایثار اور سادگی و وقار کی پیکر شخصیت حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی عقیدت و محبت میں ترتیب دی گئی ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے نہایت محبت احساس اور خلوص کے ساتھ حضرت وستانویؒ کی زندگی کے واقعات ان سے جڑی یادیں کو جمع کر کے گویا ایک قیمتی خزانے کو محفوظ کر دیا ہے۔کتاب کا ہر ورق حضرتؒ کی سادگی، انکساری، دینی غیرت، اور خداترسی کی خوشبو سے معطر ہے۔ **مؤلف** نے نہ صرف ایک شخصیت کو بیان کیا ہے، بلکہ ایک زمانے کی دینی فضا اور علمی روایت کو بھی بڑے ادب و احترام کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ ان کا اندازِ بیان سادہ، دلنشین اور محبت آمیز ہے، جو قاری کے دل کو حضرت وستانویؒ کی عظمت سے لبریز کر دیتا ہے۔

یہ کتاب ان تمام حضرات کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے جو حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ سے محبت رکھتے ہیں، یا ایسے بزرگوں کی حیات سے روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے بے نفس ہو کر دین کی خدمت کی۔

اللہ تعالیٰ مولانا الطاف صاحب کی اس محنت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے مزید کام کرنے کی ہمت حوصلہ عطا فرمائے اور حضرت وستانویؒ کے فیوض و برکات سے ہمیں بہرہ ور فرمائے۔ آمین یارب العالمین

علمی سفر اور وستانوی چھاؤں

سال 2010 کی وہ ساعتیں آج بھی دل کے آئینے پر روشن ہیں، جب بندہ جامعہ سراج العلوم، بھیونڈی میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کررہا تھا۔ ظاہری سکون کے ساتھ دل میں ایک غیر مرئی کشش بھی موجود تھی ۔

جیسے کوئی ندا مسلسل پکار رہی ہو۔ وہ پکار خوابوں میں ڈھلتی گئی، اور ایک دن پورے یقین کے ساتھ دل میں گونجی: **مجھے اکل کوا جانا ہے!**

یوں ایک خواب، ایک حقیقت میں ڈھلنے لگا۔ بندہ جامعہ اکل کوا پہنچا اور حضرت الاستاذ **مولانا عیاض صاحب** (لاڈساؤنگی ، اورنگ آباد) کی پُرنور درسگاہ میں داخلہ لیا۔

حفظِ قرآن کے وہ تین سال صرف تعلیم نہیں تھے ، بلکہ روح کی تربیت، فکر کی تشکیل، اور نسبتِ وستانوی سے جڑنے کا ایک مقدس سفر تھے۔

والد محترم اور اہلِ خانہ کی خواہش تھی کہ بندہ دیوبند یا ندوہ کا رخ کرے، لیکن میرے دل کی دنیا میں تو ایک اور انقلاب برپا تھا۔

میں عشقِ وستانوی کے رنگ میں ایسا رنگ چکا تھا کہ انہی چہروں، انہی نگاہوں اور انہی نسبتوں میں سکون و عرفان محسوس ہوتا تھا۔

عربی چہارم تک تعلیم حاصل کی، پھر والدین کے اصرار پر دوبارہ سراج العلوم، بھیونڈی روانہ ہوا تاکہ دیوبند کی راہ نکل سکے۔

میرے احباب دیوبند چلے گئے، مگر دل بےقرار رہا، روح بےچین رہی۔ ہر لمحہ دل یہی کہتا: **"یہ راہ نہیں، وہ خوشبو کہیں اور ہے!"**

اور بندہ دوبارہ اکل کوا لوٹا اور عربی ششم میں داخلہ لیا۔
یہ واپسی محض تعلیمی رجوع نہ تھی — بلکہ روحانی لوٹنے کا نام تھا۔
اسی دوران میرے دل میں شاعری کا دریا بہنے لگا۔
عروض و بحور سے ناواقف تھا، مگر محبتِ وستانوی کا ایسا سیلاب آیا کہ الفاظ خود بخود صفحے پر اترنے لگے۔
میری پہلی منقبت حضرت کے روبرو دارالعلوم سنوری، اکولہ میں پیش کی گئی:

"عالم ہو تو کیسا ہو، خادمِ قرآن جیسا ہو"

پھر جب حضرت وستانویؒ کو گلبرگہ میں "سکیاب ایوارڈ" سے سرفراز کیا گیا، تو زبان پر اشعار جاری ہوئے:

"اے بندۂ خدا! تجھ پہ قربان زمانہ ہے
ہر لب پر مدح تیری، ہر دل میں ترانہ ہے"

یہ نظم بعد میں یوٹیوب پر خاصی مقبول ہوئی۔
قسم بخدا! بندہ خود کو صرف اور فقط وستانوی فکر کا ایک معمولی خادم سمجھتا ہے۔
فراغت کے بعد جہاں بھی گیا، یہی خوشبو اپنے ساتھ لے گیا — حضرت وستانویؒ کا فیض، ان کا درد، ان کی نسبت۔
چند خدمات جن میں حضرت کی نسبت کارفرما رہی:
مولانا محسن صاحب (کرمالہ، شولاپور)

حافظ غلام ربانی صاحب (یادگیر، گلبرگہ)
حافظ عیاض نواسہ کی نگرانی میں مختلف علاقوں میں:
رمضان المبارک میں 50 سے زائد حفاظ کو تراویح کی خدمات
چھوٹی بستیوں میں اجتماعی قربانی کا نظم
تعمیر مساجد کے لیے مولانا ایوب بھٹکلی صاحب کے عاملہ سے رابطہ کرکے (اگنی، کیمیائی شورپور، یاگیر کرناٹک) اور (مگلی، اکلکوٹ شولاپور) میں مکمل مساجد کی تعمیر
جہاں جہاں بندہ نےتراویح یا امامت کی خدمت انجام دی، وہاں نوجوانوں کو جوڑ کر ایک مکتب گروپ شروع کیا تاکہ علاقے کے طلبہ آسانی سے تعلیم حاصل کر سکیں
اداروں میں یتیم طلبہ کی کفالت کا باقاعدہ نظام
یہ تمام خدمات اسی وستانوی چراغ سے منور ہیں، جس نے میرے دل میں اخلاص و خدمت کا شعلہ جلایا۔
پھر ایک دن وہ لمحہ آیا — جب حضرتؒ کے وصال کی خبر ملی۔
قسم بخدا! پورا گھر غم سے نڈھال ہو گیا۔
میں، میرے والدین، میری بہن — سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔
میری چھوٹی بھانجی، جو اکثر حضرت کا ذکر مجھ سے سنتی تھی، بے اختیار پکار اٹھی:
"ماموں! حضرت چلے گئے... وہ 'عالم ہو تو کیسا ہو' والے حضرت؟"
میری آنکھیں چھلک گئیں، دل کے بند ٹوٹے، اور محبت کی وہ تڑپ قلم میں اتر آئی۔
یہی جذبات صفحے بن گئے، اور یوں "نکہتِ وستانوی" کی بنیاد رکھی گئی —
یہ خوشبو سے مہکی ہوئی ایک عقیدت کی کتاب ہے۔

ہمیں اس کاوش کو پیش کرنے میں ان عظیم شخصیات کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے جن کی دعائیں، رہنمائی اور حوصلہ سے بندہ لکھتا چلا گیا:

مفتی شمشاد اشاعتی صاحب

مولانا سیماب اشاعتی صاحب

مفتی یاسین اشاعتی صاحب

حضرت الاستاذ مفتی ہلال الدین صاحب (جامعہ اکل کوا)

مفتی متین صاحب (جامعہ اکل کوا)

حضرت مولانا عیاض صاحب (دارالقرآن، اکل کوا)

قاری شفیق صاحب استاذ جامعہ اکل کوا

مفتی نوشاد مدھوبنی

قاضی نعمت اللہ قاسمی

مولانا رحمت اللہ قاسمی

حافظ مسعود اعجازی اورنگ آبادی مہاراشٹری

یہ چند سطور میری زندگی کی جھلک ہیں، جو حضرت وستانویؒ کی محبت میں بھیگی ہوئی ہیں — اور آج بھی میری ہر سانس کو معنی بخشتی ہیں۔

"نکہتِ وستانوی" ایک چراغ ہے،

جو محبت سے جلتا ہے،

اور میری دعا ہے کہ یہ چراغ رہتی دنیا تک جلتا رہے۔

سوانح مولانا غلام محمد وستانویؒ

نام : (مولانا) غلام محمد (وستانوی)

تاریخ پیدائش : 1 جون 1950ء

مقام پیدائش : کوساڑی، ضلع سورت، گجرات، بھارت

نسبت : مولانا کی نسبت بعد میں گاؤں **"وستان"** سے منسوب ہونے کی وجہ سے **"وستانوی"** کہلائے۔

- **تعلیم و تربیت :**

حفظ قرآن : مدرسہ قوت الاسلام، کوساڑی

ابتدائی دینی تعلیم : مدرسہ شمس العلوم، بروڈہ

- **اعلیٰ دینی تعلیم:**

1964 تا 1972 : دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر

1973ء : دورۂ حدیث، مظاہر علوم، سہارنپور

عصری تعلیم : ایم بی اے (MBA)

- **علمی و تعلیمی خدمات:**

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکلکوا (مہاراشٹر) :

1979ء میں صرف 6 طلبہ سے اس ادارے کا آغاز کیا

آج یہ ادارہ ایک عظیم دینی و عصری تعلیمی مرکز بن چکا ہے

اس کے تحت: دارالعلوم ، اسکول ، جونیئر کالج ، انجینئرنگ، فارمیسی،
اور MBBS میڈیکل کالج جیسے جدید تعلیمی ادارے کامیابی سے چل رہے ہیں

دارالعلوم دیوبند سے وابستگی:

1998ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے
11 جنوری 2011ء کو مہتمم مقرر کیے گئے
23 جولائی 2011ء کو بعض تنازعات کے بعد سبکدوشی اختیار کی

خصوصیات:

دینی و عصری تعلیم کا حسین امتزاج
اقلیتوں کی تعلیمی پسماندگی کے خاتمے کی عملی کوششیں
غیر معمولی انتظامی صلاحیت
اخلاص، اصلاحی جذبہ، اور مستقبل بینی

وفات:

4 مئی 2025ء
عمر: 74 سال

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے
اور ان کے اداروں کو تا قیامت باقی رکھے۔ آمین یا رب العالمین

موت ہو ایسی کہ زمانہ دیر تک ماتم کرے

کبھی کبھی کوئی ہستی اتنی عظیم ہوتی ہے کہ وہ صرف جیتی نہیں، بلکہ قوم کے دلوں میں دھڑکتی ہے۔ اور جب وہ رخصت ہوتی ہے، تو نہ صرف زمین پر، بلکہ دلوں میں بھی زلزلہ آ جاتا ہے۔

مولانا غلام محمد وستانویؒ کا جانا ایک ایسا زلزلہ تھا، جس نے مدارس کے در و دیوار ہلا دیے، مکاتب کو خاموش کر دیا، منبروں کو ساکت کر دیا، اور لاکھوں آنکھوں کو اشکبار کر دیا۔
اور غم کی وہ گھڑی... جو شاید صدیوں میں آتی ہے۔ یوں محسوس ہوا
۴ مئی ۲۰۲۵ء... دنیا ایک بار پھر خالی ہو گئی...
اک چراغ بجھ گیا،
اک صدا خاموش ہو گئی،
اک سایہ اٹھ گیا،
اک دل سب دلوں سے رخصت ہو گیا...
خبر سن کر دل ایسا دھڑکا جیسے کسی نے اسے نوچ لیا ہو——
ہونٹوں پر کپکپی، آنکھوں میں طوفان،
ہر سانس بوجھ بن گئی،
ہر لمحہ قیامت بن گیا...
یہ وہ منظر تھا جو ہمیں یاد دلاتا ہے جس دن رسولِ اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔
جب مسجد نبوی ساکت تھی،

جب آسمان بھی رویا،
جب صدیق اکبرؓ کی زبان سے نکلا:
"مَن کانَ یَعبُدُ مُحمَّدًا فقدْ مَاتَ مُحمَّد"
اور آج ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں:
"مَن کانَ یَعِیشُ فِي نُورِ وَسْتَانَوِي فقدْ انْطفَأَ ذٰلکَ النُّور"
مولانا وستانویؒ کا وجود اکل کوا کی گلیوں سے اٹھا، مگر وہ نظریہ، عزم اور وژن بن گیا۔
جہاں تعلیم ہو، وہاں ان کی خوشبو ہے،
جہاں دین ہو، وہاں ان کا نقشِ قدم،
جہاں انسانیت ہو، وہاں ان کی آہٹ۔
ان کے ہاتھوں سے علم کے ہزاروں چراغ روشن ہوئے،
ان کے الفاظ نے لاکھوں دلوں کو جگایا،
ان کی نگاہوں نے نسلوں کی تقدیر بدل دی۔
وہ صرف معلم نہیں تھے، رہبر تھے، مرشد تھے، درد کی زبان تھے۔
آج یوٹیوب پر ویڈیوز کی بھرمار ہے،
واٹس ایپ پر اسٹیٹس بدلتے ہیں،
مگر ہر جگہ ایک ہی آواز ہے:
مولانا وستانویؒ... ہم یتیم ہو گئے۔
ہر مسجد میں سجدے لرز گئے،
ہر مدرسے میں خاموشی چیخ اٹھی،
ہر استاد نے روتے ہوئے درس دیا،

اور ہر شاگرد نے اپنی کاپی پر آنسو بہائے۔
اے قبر کے مکین! تُو جا چکا، مگر تُو زندہ ہے۔
ہم جانتے ہیں، تُو اب ہمارے بیچ نہیں،
مگر...
تیرے خواب ہم دیکھیں گے،
تیری جدوجہد ہم بڑھائیں گے،
تیرا علم ہم سنبھالیں گے،
تیری روشنی ہم پہنچائیں گے۔
تو جس راہ پر چلا، ہم بھی اسی راہ کے مسافر ہوں گے۔
تو جس چراغ کو روشن کر گیا، ہم اسے بجھنے نہ دیں گے۔
بس ایک دعا ہے رب سے:
زندگی ایسی کہ امت کو نفع دے،
موت ایسی کہ زمانہ دیر تک ماتم کرے۔
اے اللہ! وہ چراغ تو بجھ گیا،
پر اس کی روشنی باقی رکھ،
اس کی محنت کو جاری رکھ،
اس کے نام کو عزت دے،
اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے۔۔۔آمین یا رب العالمین۔

اکیسویں صدی کا مجدد، ہم سے رخصت ہوا

یہ محض ایک سانحہ ارتحال نہیں،ایک انقلاب کی آخری سانس ہے۔ ایک ایسی شخصیت کا رخصت ہو جانا، جس نے خواب نہیں دیکھے، بلکہ خوابوں کو تعبیر کا لباس پہنایا۔ حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ چلے گئے—لیکن ایک ایسی تاریخ رقم کر گئے جسے وقت کی گرد بھی مٹا نہیں سکتی۔

وہ جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ:

"وہ سایہ بھی تھے، سرور بھی تھے، اور راستہ بھی تھے۔"

آج اشکبار آنکھیں ہیں، رنجیدہ دل ہیں، اور ایک سوال گردش میں ہے:

کیا واقعی وہ چلے گئے؟

مولانا وستانویؒ کا قد صرف جسمانی نہیں، فکری، روحانی، تعلیمی اور انقلابی تھا۔ وہ وستان کی ایک بستی میں پیدا ہوئے، لیکن ان کا خواب پورے ہندوستان کی بیداری تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ جب لوگ خوابوں میں سیاست تلاش کرتے تھے، وہ مٹی میں علم تلاش کرتے تھے۔

چالاکی کی نہیں، چالاک بصیرت کی علامت تھے وہ۔

انہوں نے جامعہ اسلامیہ اکل کوا کی بنیاد رکھی۔ نہیں، صرف بنیاد نہیں—روح رکھی، حوصلہ رکھا، یقین رکھا۔ اور اس یقین کی طاقت کا عالم یہ تھا کہ چالیس برسوں میں آٹھ سو سالہ تاریخ کا خلا پُر ہو گیا۔

کتنے لوگ آتے ہیں، نعرے لگا کر چلے جاتے ہیں۔

کتنے لوگ آتے ہیں، تصویریں کھنچوا کر رخصت ہو جاتے ہیں۔
لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کام کر کے خاموش ہو جاتے ہیں،
اور ان کا کام صدیوں بولتا ہے۔
مولانا وستانویؒ ان ہی لوگوں میں سے ایک تھے۔
انہوں نے قوم کے لیے کیا کیا؟
آیئے، ذرا گنتی لگاتے ہیں:
500 سے زائد خالی اسکول آباد کیے،
دینی مدارس، بی ایڈ کالجز، فارمیسی، ایم بی بی ایس، انجینئرنگ،
آئی ٹی آئی، پالی ٹیکنیک—سب کچھ۔
لیکن پھر بھی وہ خود مسکراتے ہوئے کہتے:
"یہ سب اللہ کا فضل ہے، میں تو بس وسیلہ ہوں۔"
ہزاروں بیوائیں ان کے عطا کردہ وظائف سے زندگی گزار رہی ہیں۔
لاکھوں یتیم بچے ان کے اداروں میں علم و کردار سے آراستہ ہو رہے ہیں۔
جس بستی میں مایوسی کی دیواریں بلند تھیں، وہاں امید کے مینار کھڑے ہو گئے۔
اور سب سے بڑھ کر، مولاناؒ نے دین اور دنیا کو گلے لگایا،
نہ صرف مسجد آباد کی، بلکہ لیبارٹری بھی سجائی۔
نہ صرف قال اللہ وقال الرسول سنایا،بلکہ انجینئر، ڈاکٹر، سائنسدان، فلاحی کارکن بھی بنایا۔
اب بتایئے، اس مردِ مومن کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے؟
دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ میں ان کی موجودگی،

اور کچھ وقت کے لیے ناظم اعلیٰ کا عہدہ—
یہ سب ان کی عظمت کا بین الاقوامی اعتراف تھا۔
لیکن پھر ایک دن،
وقت نے کروٹ لی،
اور وہ چپکے سے رخصت ہو گئے۔
نہ کوئی شور، نہ کوئی گلہ، بس
خاموشی سے اک چراغ بجھ گیا، اور اندھیرے کی دیواریں لرز گئیں۔
آج ہر آنکھ نم ہے، ہر دل سوزاں،
ہر ذہن میں سوال ہے:
کیا اب بھی کوئی ایسا آئے گا؟
جو علم کا مینار بنے،
خدمت کا قافلہ چلے،
اور قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے؟
ہم بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرتے ہیں:
یا رب! مولانا کی مغفرت فرما، ان کے درجات بلند کر،
ان کے اداروں کو بقا عطا فرما،
اور ہمیں ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ہمارے بعد اندھیرا رہیگا زمانے میں
بہت چراغ جلاوگے تم وشنی کے لئے

یہ مسند، خوابوں کی نہیں، قربانیوں کی گواہ ہے

یہ لکڑی سے بنی ایک عام سی کرسی نہیں۔
یہ ایک چبوترہ نہیں جہاں صرف بیٹھا جاتا ہے۔
یہ مسند حضرت وستانوی ہے—
جس پر بیٹھنے سے پہلے وقت بھی اپنا سانس روک لیتا تھا،
یہ وہ مسند ہے،
جہاں سے صرف درس نہیں، درد اٹھا۔
جہاں صرف تقریر نہیں، تقدیر بدلی گئی۔
یہ وہ جگہ ہے جہاں قلم کو شمشیر سمجھا گیا،
اور سوچ کو انقلاب کی بنیاد۔
یہاں سے نکلنے والا ہر لفظ
کسی غریب کی امید بنتا،
کسی گمراہ کا راستہ،
اور کسی قوم کی صبح۔
حضرت وستانوی نے
اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ
اس مسند پر گروی رکھ دیا۔
انہوں نے صرف وقت نہیں دیا،
خون دیا، فکر دی، نسلیں سنواری۔

اور اب...یہ مسند خاموش ہے، مگر منتظر بھی۔
منتظر ہے اُن قدموں کی،جو اُس نقشِ قدم کے وارث ہوں
جو کبھی یہاں سے اُٹھا کرتے تھے۔
مولانا حذیفہ و اویس صاحبان!
اب یہ مسند آپ کی طرف دیکھ رہی ہے—
نہ صرف اس لیے کہ آپ فرزندِ حضرت ہیں،
بلکہ اس لیے کہ یہ مسند آپ کے دل کی دھڑکن پہچانتی ہے۔
یہ مسند روایتی وارث نہیں مانگتی، یہ فکری وارث مانگتی ہے،
وہ جو اکیلے کھڑا ہو کر بھی سچ بولے،
وہ جو چراغ کی لو سے طوفان کو شرمندہ کر دے،
وہ جو ماضی کی روشنی میں مستقبل کو تراشے۔
یہ انقلابی مسند ہے—یہاں بیٹھنے والا صرف شخص نہیں ہوتا،
سوچ بنتا ہے، صدا بنتا ہے، سلسلہ بن جاتا ہے۔
اب یہ مسند آپ کے حوالے ہے۔
یہ ذمہ داری ہے،یہ سوال بھی ہے،
اور اگر چاہیں... تو یہ جواب بھی بن سکتی ہے۔
اب وقت ہے کہ آپ وہ باب لکھیں
جس کے لیے مسند، تاریخ سے درخواست کرتی رہی ہے۔

مسجد میمنی کی یادیں

یاد ان کی آگئی مجھ کو، رو لینے دو
ابھرے جذبات کو مجھ کو لکھ لینے دو
اک خاموشی ہے... اور دل کے اندر کوئی ہلکی سی صدا گونج رہی ہے...
وہی صدا جو مسجد میمنی کی صبحوں میں گونجتی تھی۔
وہی "اللہ، اللہ" کی مترنم لے، جو تاریک فضا کو بھی روشن کر دیتی تھی۔
اب نہ وہ آواز ہے، نہ وہ سایہ،
مگر وہ کیفیت — وہ آج بھی باقی ہے۔
آنکھیں بند کرو تو محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی بھی حضرت وستانی رحمہ اللہ کی آواز آ رہی ہے،
ذکر کی وہ نرمی، وہ رقت،
ایسا لگتا ہے کہ کوئی دل کے اندر انگلی رکھ کر کہہ رہا ہو:
"ذرا یہاں سے بھی پکارو... یہاں جو درد ہے، وہی دعا بنے گا۔"
فجر کا وقت...
میمنی کی محراب کے قریب حضرت بیٹھے ہیں،
ششم اور دورۂ حدیث کے وہ مخصوص طلبہ ساکت و صامت،
ذکر کی آواز دھیمی، مگر دل پر بجلی کی طرح گرتی ہوئی...
ہر "اللہ" کے ساتھ ایک آنسو، ایک لرزش، ایک جُھکاؤ...
یہ منظر نہیں، یہ کیفیت ہے — جو صرف محسوس کی جاتی ہے۔
پھر عصر آتا...
نماز ختم ہوتی ہے

یاد ان کی آ گئی مجھ کو، رو لینے دو
ابھرے جذبات کو مجھ کو لکھ لینے دو
اک خاموشی ہے... اور دل کے اندر کوئی ہلکی سی صدا گونج رہی ہے...
وہی صدا جو مسجد میمنی کی صبحوں میں گونجتی تھی۔
وہی "اللہ، اللہ" کی مترنم لے، جو تاریک فضا کو بھی روشن کر دیتی تھی۔
اب نہ وہ آواز ہے، نہ وہ سایہ،
مگر وہ کیفیت — وہ آج بھی باقی ہے۔
آنکھیں بند کرو تو محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی بھی حضرت وستانوی رحمہ اللہ کی آواز آرہی ہے،
ذکر کی وہ نرمی، وہ رقت،
ایسا لگتا ہے کہ کوئی دل کے اندر انگلی رکھ کر کہہ رہا ہو:
"ذرا یہاں سے بھی پکارو... یہاں جو درد ہے، وہی دعا بنے گا۔"
فجر کا وقت...
میمنی کی محراب کے قریب حضرت بیٹھے ہیں،
ششم اور دورۂ حدیث کے وہ مخصوص طلبہ ساکت و صامت،
ذکر کی آواز دھیمی، مگر دل پر بجلی کی طرح گرتی ہوئی...
ہر "اللہ" کے ساتھ ایک آنسو، ایک لرزش، ایک جُھکاؤ...
یہ منظر نہیں، یہ کیفیت ہے — جو صرف محسوس کی جاتی ہے۔
پھر عصر آتا...
نماز ختم ہوتی ہے...

اور مسجد میں خاموشی چھا جاتی ہے — ایسی خاموشی جیسے خود وقت رک گیا ہو۔
حضرت بولتے ہیں...
نصیحتیں، واقعات، بزرگوں کے تذکرے،
ایسے انداز میں کہ لفظ لفظ دل میں اترتا ہے،
اور آدمی بے اختیار ہو کر کہتا ہے:
"یا اللہ! یہ جو سن رہا ہوں، یہ صرف الفاظ نہیں... یہ ایک زندگی ہے۔"
کبھی کبھی حضرت کی آواز رُک جاتی تھی...
اور صرف آنکھوں سے دو موتی گرتے...
پھر کہتے:
"میرے بچو، نصیحت سننے کے لیے نہیں، سنبھالنے کے لیے ہے۔"
ایسی باتوں پر آنکھیں بہتی تھیں،
دل پگھلتے تھے،
اور مسجد میمنی کی فضا —
ذکر و نصیحت کی عطر میں بَس جایا کرتی تھی۔
آج...نہ وہ لمحے ہیں، نہ وہ حضرت...
مگر مسجد کے در و دیوار اب بھی وہ کیفیت سنبھالے ہوئے ہیں۔
وہ ہوا، جو ان کی سانسوں سے معطر تھی،
آج بھی کبھی کبھی چلتی ہے...
اور دل پھر سے رونے لگتا ہے۔

لیکن یہ رونا کمزوری نہیں،
یہ محبت کا رونا ہے...
جو رب کے نیک بندوں کی جدائی میں بہتا ہے۔
پھر ایک اور سایہ —
حضرت جانشین وستانوی رحمہ اللہ
وہی چراغ، وہی خوشبو، وہی نرمی
جس نے میمنی کے آنگن میں پھر سے ذکر کی گونج پیدا کی۔
انہوں نے بتایا کہ میمنی فقط ایک جگہ نہیں،
یہ ایک سلسلہ ہے —
دلوں کو جوڑنے والا،
روحوں کو جگانے والا۔
اور اب...اے مسجد میمنی، آ!
ساتھ میں ہم سوگ منائیں — مگر وہ سوگ جو بے نوری نہ ہو،
بلکہ روشنی کا ماتم ہو۔
ایسا سوگ، جس میں آنکھیں اشکبار ہوں،
مگر دل امید سے روشن۔
جس میں یادیں بوجھ نہ بنیں،
بلکہ چراغ بن کر راہیں دکھائیں۔

بچوں کے بیچ میں بیٹھا ایک ولی

شعبہ دینیات کی یادگار لمحے

یہ کوئی تخت پر بیٹھا سلطان نہیں تھا،
نہ کسی کرسی پر جلوہ افروز متہم...
یہ تو بچوں کے بیچ میں بیٹھا ایک ولی تھا —
جس کی مسکراہٹ میں روشنی تھی،
اور شفقت میں وہ ٹھنڈک، جو فقط دادا کی گود میں ملتی ہے۔
عصر کی نماز کے بعد، جب سورج مٹیالی روشنی میں ڈھلنے لگتا،
تب ایک نورانی چہرہ، اپنی عبا کو سمیٹتا،
بچوں کے ہجوم میں داخل ہو جاتا —
نہ کسی اعلان کے ساتھ، نہ کسی ہجوم کی توقع لیے،
بس... دل کے کشش کے ساتھ!

یہ شعبہ دینیات تھا...

جہاں تین ہزار ننھے چراغ ، قرآن کے ہجے کرتے تھے،
کبھی الجھتے، کبھی ہنستے، کبھی روتے...اور وہ ولی اُن کے بیچ میں بیٹھا
جیسے کوئی باغبان اپنے پودوں کی سرگوشیاں سن رہا ہو۔
کوئی بچہ کپڑوں کو پکڑ کر کہتا: "حضرت! نیا جوڑا!"
تو حضرت کی آنکھیں جھک کر مسکرا دیتیں،
جیسے کہہ رہی ہوں: "مبارک ہو، میرے دل کے سلطان!"

کوئی کہتا: "آج لڑ پڑا تھا فلاں سے!"
حضرت قہقہہ لگا دیتے:
"چلو، اب صلح ہو گئی نا؟ جنتی بچوں کو لڑنا نہیں چاہیے!"
اور بچے پھر ہنس پڑتے۔
کیا یہ مدرسہ تھا؟ یا جنت کا منظر؟
جہاں بچے کھیل بھی رہے تھے،
اور کسی ولی کے قدموں سے برکت بھی لے رہے تھے!
یہ تربیت تھی... محبت میں گندھی ہوئی،
یہ نصیحت تھی... بغیر خطبے کے،
یہ کفالت تھی... بغیر احسان کے۔
حضرت وستانویؒ کے ہاتھ میں نہ چھڑی تھی، نہ فائل،
بس دل تھا — جو ہر بچے کے ساتھ دھڑکتا تھا۔
یہ تصویر ہم کیسے بھول سکتے ہیں؟
یہ سبق ہمیں کون سکھائے گا؟
کہ تعلیم، تربیت، محبت اور روحانیت
سب ایک ہی گود میں سما سکتے ہیں...
اگر دینے والا، ولی ہو —
اور لینے والے، معصوم چراغ۔

قربانی کا چراغ،جس سے لاکھوں چولہے جلتے رہے

ابھرے جذبات ہیں لکھ لینے دو

کہتے ہیں۔ کچھ لوگ دنیا میں صرف جیتے نہیں، چراغ بن کر جلتے ہیں۔

ان کی زندگی محض سانسوں کی گنتی نہیں ہوتی —

وہ سراپا فیض، سراپا خدمت، اور سراپا دعا ہوتے ہیں۔

مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ۔

ایسا ہی ایک روشن چراغ تھے،

جن کی قربانیوں کی حد نہ کوئی تاریخ سمجھ سکی،

نہ الفاظ ادا کر سکے۔

وہ صرف ادارے نہیں بناتے تھے-

وہ دلوں کو آباد کرتے تھے۔

وہ صرف مدرسے نہیں چلاتے تھے-

بلکہ روٹیاں، عزتیں، سایے اور نسبتیں بانٹتے تھے۔

کہاں سے شروع کریں؟

اس واقعے سے...

جب ایک خادم کا ہاتھ مشین میں آ کر کٹ گیا،

لوگوں نے کہا: اب بیکار ہو چکا، نکال دیں،

مگر حضرت نے فرمایا: خدمت جسم سے نہیں، جذبے سے ہوتی ہے!

اور وہ خادم، زندگی بھر خدمت کا استعارہ بن گیا۔

یا اُس وقت کو یاد کریں...
جب ایک استاد کا انتقال ہوا،
تو حضرت نے بیوہ کو وظیفہ،
انکے بچوں کو نوکری،
اور ادارے کو پھر سے سہارا دیا۔
کیونکہ ان کے لیے ادارہ، خاندان تھا،
اور خدمت، محض کام نہیں، عبادت۔
ایسے لوگ دنیا سے رخصت نہیں ہوتے...
وہ زمانے کی نبض میں اتر جاتے ہیں۔
مولانا کلیم صدیقی کا ایک جملہ آج بھی روح کو چھو جاتا ہے:
اللہ والوں سے صرف عقیدت نہ رکھو...تمہارا رزق بھی انہی کی نسبت سے جڑا ہوتا ہے!
یہ سن کر دل فوراً حضرت وستانویؒ کی طرف کھنچتا ہے...
کہ کیسے ان کی خاموشی بھی صدائیں تھی،
اور ان کی دعا بھی کسی یتیم کے ماتھے کا سکون۔
ان کے بنائے ہوئے ادارے —
وہ صرف اینٹ پتھر کا جوڑ نہیں تھے،
وہ تربیت کے باغ تھے...
جہاں استاد کو وقار، طالب علم کو ادب، خادم کو عزت،
اور ہر مہمان کو محبت دی جاتی تھی۔

آج وہ جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں،
لیکن ان کا فیض...ہزاروں گھروں میں چولہے کی آنچ بن کر زندہ ہے،
یتیموں کی آنکھوں میں وقار کی چمک ہے،
اور دینی تعلیم کے میدان میں استقامت کا ستون ہے۔
ہم نے ایک ولی کو رخصت ہوتے دیکھا ہے...
لیکن ان کے دیے ہوئے چراغ ابھی بجھے نہیں۔
یہ قربانی کا چراغ۔
جس سے لاکھوں چولہے جلتے رہے،
جس سے لاکھوں دل منور ہوئے،
اور جو اب بھی اپنی روشنی سے
ہمارے راستوں کو جگمگا رہا ہے۔
قلندر ہر چہ گوید، دید گوید
(قلندر وہی کہتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے)
آج اگر کوئی پوچھے، کہ "ولی کی پہچان کیا ہے؟"
تو بس اتنا کہہ دینا: "جو زندگی میں روشنی دے... اور مر کے بھی اندھیرے نہ چھوڑے
- وہ ولی ہوتا ہے۔" ہم حضرت وستانویؒ کے شکر گزار بھی ہیں،
مقروض بھی... اور اب اس نسبت کے امین بھی۔
آیئے، اس چراغ کو تھام لیں...تاکہ ہم بھی کسی کے لیے روشنی بن سکیں۔

قرآن کا سپاہی، حرم کا راہی

دارالقرآن اور طلبۂ دارالقرآن سے وابستہ حضرت وستانویؒ کی یادگار لمحے

کبھی کسی نے قرآن سے ایسی شدت سے محبت کی ہے
کہ نیند کو قربان کر دیا ہو؟ اور بیماری کو پیچھے چھوڑ دیا ہو؟
ہزاروں مصروفیات کے باوجود قرآن کے طلبہ کی تلاوت کواپنی زندگی کا حاصل جانا ہو؟
ہم نے ایک ایسے مردِ قلندر کو دیکھا —
جس کی صبح سورج کی روشنی سے نہیں،
بلکہ حفاظ کے آنسوؤں سے روشن ہوتی تھی۔
جو دن کا آغاز تلاوت کی آواز سے کرتا،
اور رات کا اختتام طلبہ کے سبق کی پختگی کی فکر میں کرتا۔
لیکن ان کی زندگی کا سب سے مقدس لمحہ
وہ ہوتا تھا جو فجر سے پہلے آتا۔
جب جامعہ کی فضا خاموش ہوتی،
اذان کی صدا ابھی دور ہوتی،
اور تین ہزار طلبہ تہجد کے بعد
خشوع سے سبق دہرا رہے ہوتے۔
یہ وہ لمحہ ہوتا جب وہ خادمِ قرآن،
اپنی مخصوص نرم رومال اوڑھے،
دارالقرآن کی ہر کلاس میں آہستہ قدموں سے داخل ہوتے۔

کبھی دروازے پر رک کر سنتے،
کبھی کسی بچے کے قریب جا کر قراءت کی تصحیح کرتے،
کبھی کسی استاذ کی پشت پر دستِ شفقت رکھتے،
اور اکثر، بس خاموشی سے دیکھتے ہوئے
اپنی آنکھوں سے دعا مانگتے۔
یہ محض جائزہ نہیں ہوتا تھا —
یہ ایک عاشقِ قرآن کی نگہبانی ہوتی تھی۔
وہ فرمایا کرتے:
"میرے پیارو! سبق پختہ کرو۔
جب سبق پکا، تو سبق پارہ پکا،
جب سبق پارہ پکا، تو دور پکا،
اور جب قرآن پکا،
تو حافظِ قرآن کبھی نظریں نہ چرائے گا، نہ بہانے بنائے گا۔"
اور ایک اور نصیحت تھی:
"قرآن کی حفاظت مکمل حفظ سے نہیں،
بلکہ نمازوں اور اوابین کی تلاوت سے بھی ہوتی ہے،
چاہے صرف پاو پارہ ہی کیوں نہ ہو۔
جب دل میں قرآن اترتا ہے،
تب وہ زبان سے نکلنے کے قابل ہوتا ہے۔"

جامعہ اکل کوا کا دارالقرآن —

یہ ان کی روح کا مسکن تھا۔
جہاں ہر طالب علم ان کے دل کی دھڑکن تھا۔
ان کا نعرہ ہوتا:
"کتاب اللہ سے وابستہ ہو جاؤ،
بیت اللہ خود تم سے جُڑ جائے گا۔"
اور دنیا نے دیکھا —
دیہات کے معصوم بچوں نے قرآن کے مسابقوں میں
ایسی شاندار کامیابیاں حاصل کیں
کہ ان کے اساتذہ اور والدین کو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔
وہ خود سو سے زائد بار
حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے،
مگر ہر بار واپس آ کر
قرآن کے طلبہ کے لیے نئی فکر، نیا نظام، نیا جذبہ لے کر آئے۔
ان کا فرمان ہوتا:
"بچوں! رونے والے بنو،
اساتذہ کا ادب کرو،
اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"
ان کا مشن صرف حفظ نہیں — پختگی تھا۔
ان کی تعلیم صرف سبق نہیں — وابستگی تھی۔

ان کی دعوت صرف خطاب نہیں — خلوص کی صدا تھی۔
جب بھی حفاظِ کرام ان سے ملنے آتے،
وہ ایک عجیب والہانہ انداز میں ان کا استقبال کرتے،
اکرام کرتے، قرآن سنتے اور فرمایا کرتے:
"یہ قرآن کے حافظ ہیں،
ہمارے دلوں میں ان کی قدر ہونی چاہیے۔"
اور جب ایک حافظِ قرآن نے مکمل دَور کیا،
حضرتؒ نے اسے گلے لگایا اور روتے ہوئے فرمایا:
"یہ میرا ذخیرہ آخرت ہے۔"
ایک موقع پر مسجدِ نبوی میں کھڑے ہو کر
رب کے حضور عرض کیا:
"یا رسول اللہ، میں نےآپ کےبچوں کو آپ کی کتاب سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔"
آخری ایام میں، بیماری کی شدت کے باوجود،
ہاسپٹل میں پورے ادب سے قرآن سنا،
ایک حافظِ قرآن کی تلاوت پر آبدیدہ ہو کر کہا:
"جب تک یہ آوازیں گونجتی ہیں، میں زندہ ہوں۔"
یا اللہ!
ہمیں بھی وہی اخلاص، وہی محبت عطا فرما
جو حضرت وستانویؒ کے دل میں قرآن کے لیے تھی۔

ہمارے مدارس کو ان جیسی شخصیات کی روشنی عطا فرما۔
ان کے لگائے ہوئے علمی و روحانی باغ کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھ۔
اے ربِ کریم!
جن قدموں نے قرآن کے راستے چُنے،
جن آنکھوں نے حفاظ کی راتوں کو اپنی دعاؤں سے سینچا،
جن ہونٹوں نے ہر صبح قرآن کی پختگی کی بات کی —
ان کے درجات بلند فرما،
ان کے خوابوں کو ہمارے ہاتھوں پورا کر،
اور ان کی تربیت یافتہ نسل کو دین کا سچا خادم بنا۔
یا رب العالمین!
انہیں جنت الفردوس میں،
قرآن کے نور، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ جگہ عطا فرما۔
آمین، ثم آمین

نظام وستانوی کے یادگار لمحے

فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا، مَرْحَبًا
کی عملی تفسیر حضرت وستانویؒ

کچھ الفاظ محض الفاظ نہیں ہوتے۔

وہ نبی کا تبسم ہوتے ہیں، وصیت کا سایہ ہوتے ہیں،
اور بعض اوقات وہ جملے نہیں، پوری حیات ہوتے ہیں۔
ایسا ہی ایک نورانی جملہ:

"فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا، مَرْحَبًا، بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ"

(سنن ابن ماجہ،)

مکمل حدیث:

عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ:

"سيأتيكم أقوام يطلبون العلم، فإذا رأيتموهم فقولوا لهم: مرحبًا مرحبًا، بوصية رسول الله ﷺ، واقنوهم."

(سنن ابن ماجہ، باب تعظیم الحدیث وأہلہ، حدیث: 247)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"تمہارے پاس کچھ لوگ علم کی طلب میں آئیں گے، جب تم انہیں دیکھو تو ان سے کہو: مرحباً مرحباً، رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق — اور ان کی خدمت کرو۔"

حضرت وستانویؒ — حدیث کی مجسم تفسیر

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ نے اس حدیث کو صرف پڑھا نہیں،
بلکہ اسے روح کا چراغ بنایا،
دل پر نقش کیا،
اور پوری زندگی کو اس کا زندہ ترجمہ بنا دیا۔
وہ وستان کی چھوٹی سی بستی سے اٹھنے والا مردِ درویش،
جس نے جامعہ اسلامیہ اکل کواں جیسے علم کے قلعے کی بنیاد رکھی۔
جہاں ہر طالب علم ایک چراغ تھا روشنی پھیلانے والا۔
15 ہزار سے زائد طلبہ، درجنوں شعبے،
لیکن حضرتؒ کے دل میں ہر طالب علم ایک الگ کہانی رکھتا
حضرت وستانویؒ کے نزدیک **"مرحبا"** کا مطلب تھا:
یتیم کے کندھے پر ہمدردی کا ہاتھ
غریب کے چہرے پر عزت کی مسکراہٹ
سردی میں چادر، گرمی میں سایہ
بچوں کے کپڑے دھلوانے تک کا التزام
بیمار کے لیے دوا، ساتھ دل کی دعا
یہ **"مرحبا"** صرف زبان پر نہیں،
بلکہ خدمت، اخلاق، ایثار اور محبت کا زندہ نظام تھا۔

جب چھٹیاں آتیں، حضرتؒ بے چین ہو جاتے:

کہیں کوئی طالب علم گھر جانے سے محروم نہ رہ جائے۔

خود بکنگ کا آسان انتظام
راہ خرچ کے لیے نقد رقم
الوداعی لمحات میں رقت بھری دعائیں
اسٹیشن تک ساتھ جانا
اور واپس آکر خاموش آنکھوں کا نم ہونا
یہ سب کچھ محض انتظام نہیں تھا، سنتِ رسول ﷺ کی دھڑکن تھی۔

کورونا کا بحران ۔ محبت کی نئی صورت

جب دنیا بند ہو گئی، دروازے مقفل، راستے مسدود،
تو بھی حضرتؒ کا قافلہ نہ رکا۔
خصوصی ٹرینوں کا بندوبست کیا،
ہر طالب علم کو بخیرو عافیت گھر پہنچایا۔
جامعہ کی ٹیم ملک کے ہر ضلع، ہر گاؤں، ہر صوبے تک پہنچی۔
یہ فقط ایک تدبیر نہ تھی —
یہ وصیتِ نبوی ﷺ کی اطاعت تھی!

اکل کواں ، سورت ، بدناپور

تین شہروں میں مفت اسپتال
جہاں صرف علاج نہیں ہوتا تھا، عزت ملتی تھی۔
اور سب سے بڑھ کر:
"اللہ شفاء دے، علم دے، عزت دے!"

فارغین صرف طالب علم نہیں، دل کی دھڑکن تھے

حضرتؒ اپنے فارغین کو بھولتے نہیں تھے۔

شادی کا مسئلہ ہو یا ملازمت کا
کسی کا کاروبار، کسی کا قرض
کسی کا ہجرت کا سفر، کسی کا علاج
حضرتؒ ہر ایک کا ساتھ دیتے، مشورہ دیتے، دعا دیتے۔
حضرت وستانویؒ نے "فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا"
کو صرف زبان سے نہیں، اپنی حیاتِ مبارکہ سے ادا کیا۔
وہ جہاں گئے، وہاں علم بسا۔
وہ جہاں رکے، وہاں محبت مہکی۔
وہ چلے گئے...... لیکن "مرحبا" کی خوشبو آج بھی باقی ہے۔
آج بھی......ہر جامعہ کی فضا میں ، ہر طالب علم کی آنکھ میں
ہر دعا کی صدا میں ، حضرتؒ کی محبت گونجتی ہے۔
ادائیں انکی یاد رہینگی ، باتیں انکی یاد رہینگی
آہ !وستانوی......

اللّٰهم اجعل قبرهُ روضةً من رياض الجنة، وارفع درجته،

وابعثهُ مع النبيين، والصّدّيقين، والشهداء، والصالحين۔ آمین۔

نئی صبح کے دو سپاہی

(مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا غلام محمد وستانویؒ کے تجدیدی سفر کا روح پرور منظر)

اندھیرا صرف سورج کے غروب ہونے کا نام نہیں ہوتا۔
بسا اوقات یہ دل میں اترتا ہے، روح پر سایہ ڈال دیتا ہے۔
ایسے میں آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، مگر بصیرت اندھی؛
سجدے ادا ہوتے ہیں، مگر روح غائب؛
قرآن موجود ہوتا ہے، مگر دل سے دور؛
مسجدیں کھلی ہوتی ہیں، مگر ویران۔
تاریخ اسلام کے کئی ادوار ایسے گزرے ہیں،
جب امت غفلت کی نیند میں تھی،
اور ہر طرف دین صرف رسم بن کر رہ گیا تھا۔
ایسے اندھیرے دور میں اللہ تعالیٰ
نے بیسویں اکیسویں صدی میں دو عظیم ہستیوں کو امت کی رہنمائی کے لیے چن لیا
دو روشن چراغ، دو بیدار دل،

دو "نئی صبح کے سپاہی":
مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا غلام محمد وستانویؒ۔

1926 کی دہائی کا ہندوستان...
غلامی کا شکنجہ سخت، امت کا حال بدترین، خاص طور پر میوات کا علاقہ ۔

جہاں لوگ نام کے مسلمان تھے، مگر دین سے غافل۔
نہ نماز، نہ روزہ، نہ قرآن، نہ علم،
مسجدیں کھنڈر، منبر خاموش، دین صرف روایت۔
ایسے ماحول میں ایک درویش اٹھا،
جس کے دل میں درد تھا،
جس کی آنکھوں میں امت کا خواب تھا۔
حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ۔
انہوں نے نہ کوئی سیاسی تحریک چلائی،
نہ شہرت کی راہیں اپنائیں،
بلکہ اخلاص، سادگی اور فقر کے ساتھ گاؤں گاؤں،
بستی بستی لوگوں کو دین کی طرف بلایا۔
ان کا پیغام سادہ مگر انقلابی تھا:
"آؤ! دین کو سیکھو، اپناؤ، اور دوسروں تک پہنچاؤ!"
اسی جذبے سے انہوں نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی۔
چھ اصولوں پر مبنی یہ جماعت جلد ہی ایک عالمی تحریک بن گئی:
کلمہ ، نماز ، علم و ذکر ، اکرامِ مسلم ، اخلاصِ نیت ، دعوت و تبلیغ
مولانا الیاسؒ کا خواب یہ تھا کہ:
"ہر مسلمان دین کا داعی بن جائے!"
ان کا یہ جملہ وقت کی قید سے نکل کر تاریخ کی روشنی بن گیا۔

انہوں نے بند مسجدوں کو آباد کیا،
اور امت کو دین کی اصل روح سے جوڑ دیا۔
دوسرا سپاہی: مولانا غلام محمد وستانویؒ ۔
مولانا الیاسؒ کی تحریک نے مسجدوں کو آباد کر دیا،
لیکن ایک اور خلا باقی تھا —
قرآن کو دلوں سے جوڑنے کا۔
قرآن پڑھنے والے کم،
سمجھنے والے اور بھی کم،
امام موجود تھے،
لیکن رہنمائی کا جذبہ کمزور۔
ایسے میں ایک اور چراغ جلتا ہے ۔
مولانا غلام محمد وستانویؒ،
اکل کوا(مہاراشٹر) سے اٹھنے والا یہ سپاہی
قرآن کی تجدید کا علم بردار بنا۔
انہوں نے 1979ء میں ایک خواب دیکھا:
کہ ہر گاؤں، ہر بستی، ہر مسجد میں
ایک حافظ، ایک قاری، ایک تربیت یافتہ امام موجود ہو۔
قرآن صرف حفظ نہ ہو،
بلکہ تجوید، صوت، معانی، اور شعور کے ساتھ دلوں میں اترے۔

انہوں نے جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا کو بین الاقوامی معیار کا ادارہ بنایا۔
ہزاروں بچوں کو قرآن سے جوڑا،
اماموں کی تربیت صرف فقہی نہیں،
بلکہ روحانی، اخلاقی اور دعوتی بنیادوں پر کی۔
قرآن ان کے لیے کتاب نہیں،
زندگی کا مرکز تھا۔
وہ کہا کرتے تھے:
"دعوت کے بعد اگر کچھ اہم ہے، تو وہ قرآن کی تجدید ہے!"
یہ دونوں شخصیات مختلف میدانوں کے شہسوار تھے:
مولانا الیاسؒ — دعوت کے داعی
مولانا وستانویؒ — قرآن کے معلم
لیکن دونوں کا مشن ایک تھا:
امت کی بیداری۔
ایک نے امت کو جگایا،
دوسرے نے اسے قرآن سُنایا۔
ایک نے بند مسجدوں کے تالے توڑے،
دوسرے نے ان مسجدوں میں نورِ قرآن کی خوشبو بکھیری۔
ایک نے سجدہ سکھایا،
دوسرے نے سجدے میں رونا سکھایا۔

آج ہمارے پاس روشن مسجدیں ہیں،
خوبصورت مدارس ہیں، معیاری ادارے ہیں،
لیکن کیا ہمارے دل بھی روشن ہیں؟
کیا ہم نے ان دونوں سپاہیوں کے مشن کو اپنایا؟
یا صرف ان کی تقاریر، جلسے، یا تصویریں کافی سمجھ لی ہیں؟
آج بھی کوئی مسجد بند ہے،
کوئی بچہ قرآن سے محروم ہے،
کوئی دل بے نور ہے،
کوئی گاؤں امام سے خالی ہے۔
قافلہ جاری ہے...
مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا غلام محمد وستانویؒ کی روشنی
صرف تاریخ کا حصہ نہیں ۔
بلکہ آج بھی ایک زندہ دعوت ہے۔ یہ قافلہ جاری ہے...
اور ہر دور اپنے "تیسرے سپاہی" کا منتظر ہوتا ہے۔
تو کیا ہم نئی صبح کے تیسرے سپاہی بننے کے لیے تیار ہیں؟
آؤ! دین کو سیکھو، قرآن سے رشتہ جوڑو،
دعوت دو، تلاوت کرو، اور امت کو جگاؤ!
یہی ان بزرگوں کی پکار ہے، اور یہی "نئی صبح" کا سفر ہے...

ادھورا خواب، شرمندۂ تعبیر (نوائے باندوی حضرت وستانویؒ)

دنیا کی تاریخ میں بعض خواب صرف آنکھوں میں نہیں دیکھے جاتے، وہ سینوں میں بس جاتے ہیں۔کچھ خواب ایسے ہوتے ہیں جو ایک انسان دیکھتا ہے اور کوئی دوسرا انہیں تعبیر بخشتاہے۔ کچھ مشن ایسےہوتےہیں جو ایک نسل سے شروع ہو کردوسری نسل کے ہاتھوں میں اپنی تکمیل پاتے ہیں۔یہی خواب اوریہی مشن جب علم، ایمان اور اخلاص کے سانچے میں ڈھلتے ہیں تو تاریخ میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتے ہیں۔

علم کی دنیا میں ایسے کئی روشن لمحے آئے جب قلم رک گیا، لیکن مشن تھما نہیں۔ مولانا جلال الدین محلیؒ نے قرآن کریم کی تفسیر کا عظیم کام شروع کیا، مگر تقدیر نے مہلت نہ دی۔ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن ان کا کام نامکمل نہ رہا۔ ان کے شاگردِ خاص، امام جلال الدین سیوطیؒ نےاُسی زبان،اُسی اسلوب اور اُسی روح کے ساتھ بقیہ تفسیر مکمل کی،یوں "تفسیرجلالین" دو جلالوں کا امتزاج بن کرعلم کی دنیا میں مقامِ بلند پر فائز ہوئی۔ دو جسم، ایک روح کی تفسیر۔

اسی طرح جب علامہ شبلی نعمانیؒ نےسیرت النبیؐ پر کام کاآغاز کیا تو انکے پیش نظر صرف ایک کتاب نہیں بلکہ ایک فکری عمارت تھی۔بد قسمتی سے وہ یہ عمارت مکمل نہ کر سکے۔ ان کے شاگرد سید سلیمان ندویؒ نے نہ صرف اسے مکمل کیا، بلکہ اسے نئی جہت دی۔ سیرت نگاری کا وہ باب رقم ہوا جو آج بھی ادب، تحقیق اور اخلاص کی مثال ہے۔

یہی تسلسل ہمیں حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ اورحضرت وستانویؒ کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے،حضرت باندویؒ ایک ایسے دور میں اٹھےجب علم کی روشنی شہروں میں محدود

تھی اور دیہات علم کے پیاسے تھے۔ ان کی زندگی ایک درد کی ترجمان تھی ۔
امت کا درد، قرآن کا درد، علم کا درد۔ ان کا خواب تھا کہ:

علمِ دین ہر در و دیوار پر ہو،
ہر دل میں سنت کی روشنی ہو،
اور ہر گھر میں قرآن کی تلاوت ہو۔

انہوں نے "تحریک مکاتب" کی بنیاد رکھی ۔ ایک ایسی تحریک جس کا مقصد تھا کہ علم دیہات کی گلیوں میں بولے،اور قرآن کی آواز ہر گھر میں گونجے۔ ان کا اندازِ فکر محض درسی نہیں تھا، وہ علم کو عبادت اور دعوت سمجھتے تھے۔ ان کی تحریریں فتوے نہیں، بلکہ فکر و جذبے کے مرقعے تھیں۔

پھر ایک دن وہ چراغ بجھ گیا، لیکن یہ چراغ بجھنے کا نہیں، چراغ سے چراغ جلنے کا وقت تھا۔ حضرت وستانویؒ نےاس خواب کو،اس مشن کو، اس درد کو اپنے دل میں زندہ رکھا۔ انہوں نے نہ صرف تحریک مکاتب کو وسعت دی، بلکہ اسے نئی سمت عطا کی۔ ان کے خطابات میں علم صرف الفاظ نہیں، درد بن کر بہتا تھا۔ ان کے مدارس میں صرف علماء نہیں، خادمینِ دین تیار ہوتے تھے۔

حضرت وستانویؒ کی فکری بنیاد وہی تھی جو حضرت باندویؒ کی تھی:

علم نصاب نہیں، ایک روشنی ہے
جو نسل در نسل دلوں میں منتقل ہونی چاہیے۔

انہوں نے نوائے باندوی کو پھر سے جِلا دی۔
انہوں نے خواب کو تعبیر بنایا، اور تعبیر کو مشن۔

اب سوال یہ ہے:
کیا ہم صرف پڑھنے والے ہیں؟
یا ہم بھی اس قافلے کے مسافر بن سکتے ہیں؟
کیا ہم بھی ان ادھورے خوابوں کو اپنے عمل سے مکمل کر سکتے ہیں؟
یہ وقت ہے کہ ہم سوچیں، جاگیں، اور اپنے حصے کا چراغ جلائیں۔
یہ چراغ سے چراغ جلنے کا عمل ہے،
بشرطیکہ کوئی دل ہو — جو لو کو تھام سکے۔

غم کی گونج، ہر سمت حضرت وستانوی کی یاد

جہاں کہیں دل دھڑکا ، وہاں تعزیتی مجلس برپا۔ کہیں سسکیاں، کہیں آہیں، کہیں خاموشی کی زبان میں دعا۔حضرت کی رحلت کوئی معمولی خبر نہ تھی، ، یہ تو ایسا درد تھا جو کانوں سے نہیں، دلوں سے سنا گیا۔ نہ کوئی زبان خاموش رہی، نہ کوئی دل بے خبر۔

ہر گاؤں، ہر کوچہ، ہر بستی کی فضا ایک ہی صدا سے لبریز ہوئی: یاد... دعا... اشک...

کہیں مسجدوں میں فرشِ غم بچھا، کہیں مدرسوں میں نامِ حضرت لے کر آنکھیں برسات بنیں، کبھی ٹوٹی جھونپڑیوں میں، کبھی صحنِ خانقاہ میں، کبھی کسی حجرے میں بیٹھے چند دل گرفتہ چہرے "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ" پڑھتے رہے ، سسکیوں کی ترجمانی کرتی ہوئی زبانیں، اورلرزتے ہوئے دل،کیونکہ حضرت وستانوی، صرف درسگاہوں کے استاد نہ تھے ، وہ دلوں کے معلم تھے، اور امت کی روح میں اترنے والا نغمہ۔یہ تعزیتی مجالس، صرف غم کا اظہار نہیں،بلکہ فکرِ حضرت کی تکرار ہیں، جن میں وہ اخلاص، وہ علم، وہ خشیت تازہ ہو رہی ہے ، جو حضرت کی زندگی کا حاصل تھی۔

اے ربِ کریم! ان سسکیوں کو صدا بنا دے،
ان آنکھوں کے نم کو حضرت کی بخشش کا وسیلہ بنا دے،
اور ہمیں ان کی فکر کا وارث بنا دے۔۔آمین، یا رب العالمین

اکل کواں کی صبحِ ثانی

اکل کواں کی صبحِ ثانی مشن وستانوی کے نو بہار رہنما
(حضرت مولانا حذیفہ وستانوی دامت وبرکاتہم)

جب شب کاسایہ گہرا ہو، اور ستارے بھی اداسی اوڑھ لیں،تو افق پر ایک نئ صبح کی امید جنم لیتی ہے۔ اور جب کوئی آفتاب غروب ہو جائے، تو اس کی کرنیں کسی اور افق پر طلوع ہونے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔

ایسا ہی ایک پر نور منظر ہم نے دیکھا، جب حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کا آفتابِ علم و عمل، سکوتِ ابدی میں چلا گیا۔ ہر آنکھ اشکبار ہوئی، ہر دل بےقرار ہوا، ہر گوشۂ علم خاموش ہوا۔ لیکن اُسی لمحے، اُسی ویرانی میں ایک نئ روشنی کی کرن پھوٹی________ ________ مولانا حذیفہ وستانوی دامت برکاتہم کی صورت میں۔

یہ چہرہ کوئی نیا نہیں، یہ آواز کوئی اجنبی نہیں، یہ ہستی اُنہی سجدوں کی پروردہ ہے، جو راتوں کے سناٹوں میں اللہ کے حضور مانگی گئی تھیں۔ یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے والدِ محترم کے بازوؤں کو تقویت دی، اور وہ دل ہے جس نے ہر دھڑکن میں امت کا درد پایا۔

اکل کواں کی یہ صبحِ ثانی، صرف قیادت کا تسلسل نہیں، یہ ایک خواب کی تعبیر ہے۔ یہ محض نسب کی وراثت نہیں،بلکہ نسب سے بڑھ کر نسبتِ فکری کی تجدید ہے۔ وہی جامعہ، وہی نظام، وہی عزم، وہی مشن... لیکن اب نئ نسل کے ہاتھ میں!

مولانا حذیفہ وستانوی صاحب کی متانت ، انکساری، حسنِ تدبیر، اور عمیق نظر اس بات کی نویدہے کہ مشن رکا نہیں، وہ تو مزید رَواں ہو چکا ہے۔ان کا علم،ان کا حلم، انکی سادگی،

ان کی قیادت ___ یہ سب کچھ ہمیں بتاتا ہے کہ چراغ سے چراغ جلا ہے، اور اب یہ روشنی مزید گھروں تک پہنچے گی۔

اکل کواں، جو کبھی ایک خاموش بستی تھی، آج ایک تعلیمی انقلاب کا مرکز ہے۔ اور یہ انقلاب اب اپنےدوسرے دو میں داخل ہو چکا ہے — دورِ حذیفہ۔ جہاں نہ صرف حفظ و حدیث کافیضان جاری رہے گا،بلکہ جدید دنیا کی چکاچوند میں بھی امت کو شعور، بصیرت اور بصیر قیادت میسر آئے گی۔

ہم دُعا گو ہیں کہ یہ نئی صبح، نئی روشنی، نئی فکر اور نئی رہنمائی کے ساتھ جاری و ساری رہے۔

اللہ کرے کہ یہ چراغ، ہزاروں چراغ روشن کرے۔

اے جانشینِ حضرت وستانویؒ...!

اے جانشینِ حضرت وستانویؒ...! ایک ملت کی امانت آپ کے کاندھوں پر ہے!

کبھی کبھی شخصیات صرف جاتی نہیں، وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں،
لیکن ان کی مہک، ان کا درد، ان کا مشن اور ان کی دعائیں
وقت کے سینے پر چراغ بن کر باقی رہتی ہیں۔
حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ بھی ایسی ہی ایک ہستی تھے۔
جن کی زبان سے نکلے الفاظ "عزیز طلبہ!"
روح کو چھو لیتے تھے،
اور جن کے لبوں سے پھوٹتا "میرے پیارو!"
آج بھی طلبہ، اساتذہ، اور والدین کے دلوں میں ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔
ان کی زندگی نہ شہرت کی تمنا تھی، نہ مسند کا سودا۔
وہ تو ایک چراغ تھے جو خود پگھلتا رہا،
مگر دوسروں کو روشنی دیتا رہا۔

دو تقریریں -ایک پیغام، ایک مشن

ہر سال 15 اگست کو جب قوم لال قلعہ سے وزیراعظم دیش کے باشندوں کو نئے پیغام سناتے اور نئ آمدیدیں دلاتے
تو دوسری طرف اکل کواں کے مدرسے میں
حضرت وستانویؒ ایک نئ تقریر، ایک نیا خواب، ایک نیا منصوبہ لے کر کھڑے ہوتے۔

وہ منصوبہ کبھی:
کسی بستی میں نیا مدرسہ ہوتا،
کبھی کسی گاؤں میں عصری اسکول،
کہیں دارالاقامہ کی بنیاد،
کہیں طالبات کے لیے علیحدہ تعلیمی ادارہ،
کبھی ہاسپیٹل کا نقشہ،
اور کبھی سندِ حدیث کو عام کرنے کا درد۔
یہ منصوبے صرف عمارتیں نہیں تھے،
یہ امت کی امیدیں تھیں، زخموں پر مرہم تھے، مستقبل کے چراغ تھے۔

اے عزیز جانشینِ حضرتؒ!

یہ منصب اگر آپ نے صرف ایک "عہدہ" سمجھا،
تو تھک جائیں گے، الجھ جائیں گے، کمزور پڑ جائیں گے۔
اگر اسے کاروبارِ نظام سمجھا،
تو حضرت کی چادر آپ کو راس نہ آئے گی۔
لیکن اگر آپ نے اسے
"امت کی امانت"اور"حضرت کی نیندوں، دعاؤں، اور قربانیوں کا ثمر" سمجھا،تو اللہ تعالیٰ
آپ کے قدموں کو ثبات دے گا، راہ کو آسان کرے گا،
اور آپ وہ معمار بن جائیں گے
جس پر زمانہ ناز کرے گا۔

یاد رکھیے...!
آپ صرف متہم نہیں،
بلکہ حضرت کے ادھورے خوابوں کے ترجمان ہیں۔
وہ خواب جو یتیم بچوں کے لبوں پر مسکراہٹ بن کر چمکتے ہیں،
وہ خواب جو بیٹیوں کی آنکھوں میں پردے میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی تڑپ بن کر دھڑکتے ہیں،
وہ خواب جو غریب طلبہ کی صبح کی تلاوت میں سمٹے ہوتے ہیں۔
آپ وہ چراغ ہیں...
جس کے شعلے کو وقت کی آندھیاں بجھا نہ سکیں گی،
کیونکہ اس میں حضرت کی نیندیں، دعائیں، اور راتوں کی تنہائیاں شامل ہیں۔
کیا آپ کو یاد ہے...؟
حضرت وستانویؒ اپنی بیماری، کمزوری کے باوجود:
ہر سال طلبہ کے استقبال کے لیے گیٹ پر کھڑے ہوتے،
جلسوں کے بعد مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر مہمانوں کے نام پوچھتے،
ہر غریب طالب علم کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے:
"بیٹا! اللہ حافظِ قرآن بنائے، دین کا ستون بنائے!"
اب امت آپ کو دیکھ رہی ہے!
ہر آنکھ میں ایک سوال ہے۔
کیا آپ حضرت کے مشن کو باقی رکھیں گے؟
کیا آپ ان کے اخلاص، عزم، نرمی، تدبیر اور قربانی کا عکس بنیں گے؟

یہ مسند اب ایک چادر ہے، جس میں حضرت کی خوشبو بسی ہے،
اب آپ کو ان کا سایہ بننا ہے:
نرم خوئی میں ان جیسے
استقامت میں ان جیسے
منصوبہ بندی میں ان جیسے
اور قربانی میں ان جیسے

اے جانشینِ وستانویؒ!

یہ وقت: صرف تقریر کرنے کا نہیں،
صرف فائلیں دستخط کرنے کا نہیں،
نہ ہی تصاویر کھنچوانے کا ہے۔
یہ وقت ہے:
خدمت کا، قربانی کا، اور رونا ہنسنا
امت کے ساتھ بانٹنے کا۔
اٹھو...! یتیم بچوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں،
بیواؤں کی امیدیں تمہارے دامن سے بندھی ہیں،
امت کے مائیں بیٹیوں کی تربیت تمہارے سائے میں دیکھ رہی ہیں۔
چلو اس راستے پر... جہاں حضرت وستانویؒ نے قدم رکھے تھے،
اور دعائیں، چراغ، اور قربانیاں تمہارے قدموں کا نور بنیں گی۔

خادم قرآن کی وفات ایک عظیم خسارہ بقلم : مولانا نعمت اللہ عباس قاسمی بھاگل پور

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک ہو : موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

(نواز دیوبندی)

جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے تاامروز نہ جانے کتنے لوگ آئے اور اپنی حیات مستعار گزار کر عالم بقا کو کوچ کرگئے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر ان میں کچھ شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ھیں کہ ان کا اس جہاں سے راہی عدم ہوجانا عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ھوتا ہے ،ایسی ہی ایک عظیم شخصیت حضرت خادم قرآن، بانی اشاعت العلوم اکل کواں حضرت مولانا غلام محمد وستانوی نور اللہ مرقدہ کی شکل میں تھی، آپ کی وصال پوری قوم وملت کا زبردست خسارہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے،

آپ نے جامعہ اشاعت العلوم اور اس کے تحت چلنے والےمختلف دینی و عصری اداروں کی تعمیر وترقی کے لیے جو خدمات اور بے لوث قربانیاں پیش کی ھیں وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں ، اتنی کم مدت میں آپ کی زیر نگرانی جامعہ نے تعلیمی، تربیتی ، تعمیری اور تبلیغی ترقی کے جو منازل طے کئے ہیں وہ ایک فرد ہی نہیں بلکہ ایک جم غفیر کے لئے بھی انتہائی مشکل ہے۔

آپ بزرگان دین اور اھل اللہ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ اور حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں سے آپ نے خوب استفادہ کیا ۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے : سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت وستانویؒ کی آخری نصیحت ـــــــــ بقلم:مفتی محمد نوشاد عالم مدھوبنی

مارچ 2020ء کا مہینہ تھا،ہم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا (مہاراشٹر) میں اپنی تعلیمی زندگی کے آخری مراحل میں تھے، چشمِ تصور میں کامیابی کی مسکراہٹیں، ختمِ بخاری کی روح پرور محفل، اور دستارِ فضیلت کا خواب سجا ہوا تھا، کہ اچانک عالمی وبا کی ہولناکی نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لاک ڈاؤن نافذ ہوا، تعلیمی ادارے بند ہو گئے، ہر شخص اپنے مقام پر مقید ہوکر رہ گیا،سوشل ڈسٹینسنگ، ماسک، اور احتیاطی تدابیر کا شور ہر سو بلند ہوا۔

ان نازک لمحات میں ہم جامعہ ہی میں مقیم تھے، ہمارے ختمِ بخاری کی محفل میں دور دراز سے آنے والے اجلہ مشائخ اور محدثین کرام کی شرکت متوقع تھی، لیکن حالات کے پیشِ نظر وہ سفر نہ کرسکے، سالانہ جلسہ منسوخ ہوا، دستار بندی کی تقریبات ملتوی ہوئیں، دل مایوسی سے بھر گیا، امتحانات مختصر وقت میں مکمل کرائے گئے اور ایک روز یہ اعلان ہوا کہ حضرت وستانوی قدس سرہ خود ہی طلبہ کی دستار بندی فرمائیں گے، ہم سب مسجد میمنی میں جمع ہوئے، ہمارے مربی، مہربان اساتذہ اور حضرت وستانوی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت بھرے ہاتھوں سے ہمارے سروں پر فضیلت کی دستار رکھی۔

اس عظیم موقع کی اصل روح وہ درد بھری نصیحت تھی جو حضرت نے ہمیں دی، لیکن اس سے قبل کا ایک واقعہ ذکر کے لائق ہے۔

جس دن دستاربندی کی محفل تھی،حضرت وستانوی رحمۃ اللہ علیہ فجر کی نماز کے بعد حسبِ معمول مسجد میں موجود تھے، نماز کے بعد ذکرِ جلی (دوازدہ تسبیح) کا اہتمام ہوا، جس میں

طلبہ بھی شریک ہوئے،یہ حضرت کا سالہا سال سے جاری معمول تھا، اُن کا ذکر ایسا سوز و گدازلیے ہوتا کہ سننے والا محسوس کرتا جیسے دل کی گہرائیوں سے اللہ کا نام نکل رہا ہو، میں نے کئی مشائخ کی مجالسِ ذکر میں شرکت کی، لیکن حضرت وستانوی کی مجلس جیسا کیف کہیں نہیں پایا۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

ذکر کے بعد حضرت کرسی پر بیٹھ گئے اور معمولات میں مشغول ہو گئے، مگر اُس دن اُن کی کیفیت کچھ اور ہی تھی، قرآنِ کریم کی آیات اور مسنون اذکار کے ساتھ اُنکی آنکھوں سے آنسورواں تھے، پھر اچانک اُنکی آواز بلند ہوئی، وہی درد بھری، سادہ اور مانوس آواز:

"عزیز طلباء کرام!"

یہ جملہ اُن کا تکیہ کلام تھا، پھر فرمایا:

"آپ کئی سالوں سے اس جامعہ میں علم حاصل کر رہے تھے، آپ کے والدین نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کو ہمارے سپرد کیا، آپ ہمارے لیے امانت تھے، آج مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ ہم آپ کی وہ تربیت نہ کر سکے جو آپ کے والدین کی توقع تھی، اگر مجھ سے کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہو تو درگزر کرنا، اور اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھنا۔"

پھر قرآن کی آیت تلاوت فرمائی:

"يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

طلبہ بھی شریک ہوئے، یہ حضرت کا سالہا سال سے جاری معمول تھا، اُن کا ذکر ایسا سوز و گداز لیے ہوتا کہ سننے والا محسوس کرتا جیسے دل کی گہرائیوں سے اللہ کا نام نکل رہا ہو، میں نے کئی مشائخ کی مجالسِ ذکر میں شرکت کی، لیکن حضرت وستانوی کی مجلس جیسا کیف کہیں نہیں پایا۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

ذکر کے بعد حضرت کرسی پر بیٹھ گئے اور معمولات میں مشغول ہو گئے، مگر اُس دن اُن کی کیفیت کچھ اور ہی تھی، قرآنِ کریم کی آیات اور مسنون اذکار کے ساتھ اُنکی آنکھوں سے آنسورواں تھے، پھر اچانک اُنکی آواز بلند ہوئی، وہی درد بھری، سادہ اور مانوس آواز:

"عزیز طلباء کرام!"

یہ جملہ اُن کا تکیہ کلام تھا، پھر فرمایا:

"آپ کئی سالوں سے اس جامعہ میں علم حاصل کر رہے تھے، آپ کے والدین نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کو ہمارے سپرد کیا، آپ ہمارے لیے امانت تھے، آج مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ ہم آپ کی وہ تربیت نہ کر سکے جو آپ کے والدین کی توقع تھی، اگر مجھ سے کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہو تو درگزر کرنا، اور اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھنا۔"

پھر قرآن کی آیت تلاوت فرمائی:

"يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

اس کے بعد فرمایا: "تقویٰ ہر طالب علم کے لیے سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہ وہ جوہر ہے جو خیر کی طرف لے جاتاہے اور شر سے روکتا ہے، اگر دل میں تقویٰ ہے تو بندہ نمازوں کی پابندی کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، اور ہر لمحہ خدا کا خوف دل میں لیے پھرتا ہے، لیکن اگر تقویٰ چھن جائے تو انسان آزاد ہو جاتا ہے، نہ آخرت کی فکر باقی رہتی ہے نہ حلال و حرام کی تمیز۔"

حضرت نے مزید فرمایا: "اپنے علاقے میں جاکر دین کی خدمت کرنا،کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا،قرض نہ لینا، نہ دینا۔"(یہ بات ایک عمومی طرزِ زندگی کے مشورے کے طور پر فرمائی گئی، جس کا مقصد مالی خودکفالت، سکونِ قلب، اوربرکت کے حصول کی ترغیب دینا ہے، نہ کہ شرعی اعتبار سے قرض کے جواز کی نفی۔)

یہ کہہ کر حضرت نے ایک درد بھری دعا فرمائی اور اپنے دولت کدے کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔یہ لمحہ دل کی گہرائیوں میں ایک چمکدار نقش کی مانند محفوظ ہو گیا، جو وقت کے سفر میں مٹنے کی بجائے اور زیادہ روشن ہوتا جا رہا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ حضرت اقدس مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام خدماتِ دینیہ کو شرفِ قبولیت بخشے، انکے فیضان کو تا قیامت جاری رکھے، انکے قائم کردہ اداروں کو سلامت رکھے ، اور ہم سب کو ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ایک باپ جیسا مشفق مہتمم ــــــــــــــ بقلم :-مولانا اقبال بالاپوری

ایک باپ جیسا مہتمم جن کی شفقت نے یتیمی کا دکھ بھلا دیا
(مولانا اقبال بالاپوری کی زبانی، حضرت وستانویؒ کی یادیں)

جب میں نے عربی دوم میں تھا،تو حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی صحبت نصیب ہوئی۔
وہ ایک شفیق مہتمم،نرمی سے بات کرنے والے بزرگ،اور دل کو چھو لینے والی شخصیت تھے۔
ایک دن حضرت نے شفقت بھرے لہجے میں مجھ سے پوچھا:
"بیٹا! آپ کیا پڑھتے ہو؟"
میں نے عرض کیا: حضرت! عربی دوم میں ہوں۔
پھر انہوں نے پوچھا:آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا:
حضرت! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔یہ سن کر حضرت نے فوراً فرمایا:
آج سے میں تمہارا والد ہوں!
یہ جملہ میرے دل میں ہمیشہ کے لیے اتر گیا۔اس دن سے لے کر حضرت کی وفات تک،
انہوں نے میرے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔
وہ میرے لیے فکر مند رہتے، مجھے اپنی خاص محبت میں رکھتے، اور دعاؤں سے نوازتے۔
عربی دوم کے بعد میں حضرت کے مزید قریب ہو گیا۔
وہ مجھ سے اکثر قرآنِ کریم کی تلاوت سنتے۔ جب میں پڑھتا، تو وہ خاموشی سے سنتے
اور بعض اوقات آنکھیں بند کر لیتے۔ یوں محسوس ہوتا جیسے ان کا دل مکمل طور پر اللہ
کی طرف متوجہ ہو چکا ہو۔

حضرت مجھ پر بھرپور اعتماد کرتے تھے۔ وہ مجھے بچوں کی نگرانی کی ذمہ داری سونپتے اور فرماتے:

بیٹا اقبال! ان بچوں کو محبت اور توجہ سے سنبھالنا۔

حضرت وستانویؒ کی محبت، شفقت اور اعتماد نے زندگی کے ہر موڑ پر مجھے حوصلہ دیا اور سہارا فراہم کیا۔ آج بھی ان کی باتیں، ان کی دعائیں اور ان کا انداز یاد آتا ہے، تو دل بے اختیار بھر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہمیں بھی ان جیسا سچا، مخلص، اور محبت کرنے والا انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا اقبال بالاپوری

منظوم تعزیت نامہ ـــــــ بقلم :- مفتی حفیظ اللہ حفیظ قاسمی بستوی

منظوم تعزیت نامہ برسانحۂ ارتحال عالمِ اسلام کی مایۂ نازعبقری شخصیت خادم القرآن الکریم معمارِ مساجد،سرپرستِ مدارس ومکاتب محبوب العلماءوالصلحاءمعروف عالم دین حضرت مولانا غلام محمدوستانوی نوراللہ مرقدہ بانی ومتہم مدرسہ اشاعت العلوم اکل کنواں مہاراشٹر ازقلم :- مفتی حفیظ اللہ حفیظ قاسمی بستوی ناظم تعلیمات جامعہ سراج العلوم بھیونڈی وناظم تنظیم جمعیۃ علماء مہاراشٹر

پیشکش:حضرات اراکین واساتذۂ کرام الجامعۃ الاسلامیہ سراج العلوم بھیونڈی وارباب بست وکشادجمعیۃ علماءمہاراشٹر

غلامِ محمدکی رحلت ہوئی ہے زمیں تا فلک شورِ آہ وفغاں ہے
یکایک فراقِ چمن سازمالی سے حیرت زدہ باغِ اکل کنواں ہے

وہی جس نےکلیوں کوہنساسکھایا، گلوں کو مہک دی مہکناسکھایا
عنادل کوجس نے چہکناسکھایااسے ڈھونڈھتا آہ یہ گلستاں ہے

گیارشکِ بزمِ جنوں اس جہاں سے ،وہی جذبۂ وعزم لائیں کہاں سے
یقیں جانئے آج **ملت** کے دل پرگرا دفعتاًغم کا کوہِ گراں ہے

وہ **خادم فداکارِقرآن وسنت** ، رہابن کے اک پیکرِ پیار و الفت
وہ **فخرِ وطن** کیا گیا دوستو! غمزدہ دیکھ لو **سارا ہندوستاں** ہے

مدارس،مکاتب کا معمار بھی تھا، وہ **اسکول وکالج** کا غمخوار بھی تھا
مساجد کی تعمیر کا سلسلہ بھی ہے کتنا سنہرا جوسب پر عیاں ہے

وہ عزمِ مصمم کا کوہِ گراں تھا، وہ مرد خدا رشکِ کرّ وبیاں تھا
مسلم ہیں اک **ایک** شہکار اسکے رہا قدرداں اسکا سارا جہاں ہے

دعا قاری صدیق کی رنگ لائی جو گونجی فضاؤں میں یہ شاہنائی
انھیں کی مسلسل عنایت کی ضو سے یہ مہتابِ فکر ونظر ضوفشاں ہے

اصاغر کا وہ مرجعِ مستند تھا ، **اکابر** کی نظروں میں وہ معتمد تھا
معاصر بھی جس کو سروں پر بٹھا کر یہ بولے کہ اب تو یہی جانِ جاں ہے

جوام المدارس کا رکنِ رکیں تھا کبھی بزمِ عشاق کا شہ نشیں تھا
اَجَل گو بظاہر اسے لے گئی ہے مگر وہ دلوں میں یوں ہی جاوداں ہے

عجب شوکت وشانِ **وستانوی** تھی،سدا مائلِ **مدنی و تھانوی** تھی
ارے شیخ عبداللہ اور شیخ یونس کی حاصل اسے صحبتِ بیکراں ہے

نہیں تھی طلب دل میں دنیائے دوں کی،نہ تھی آرزو چندروزہ سکوں کی
رواں فکرِ عقبٰی کے رُخ پر اسی کی ہی شہ پر **اشاعت** کا یہ کارواں ہے

زمانے نے کی خوب گوتا چپوشی نبھاتا تھا وہ **رسمِ خانہ بدوشی**
وہ یکساں ہی **محبوبِ شاہ وگدا تھا**، بڑی پُرکشش **شیخ** کی داستاں ہے

بچھا کر بساطِ **علومِ نبوت**، **غلام محمد** ہے پیوندِ تربت
الٰہی! ترا فضلِ بسیار ہی **قبرو برزخ** میں سامانِ راحت رساں ہے

حذیفہ،اویس،اور دختر ہیں بے خود، ہے **کنبہ** اداس اور **بیوہ** ہیں بے سدھ
سب استاذ و طلباء ہیں مغموم بیٹھے **سب احباب** کے دل میں دردِ نہاں ہے

حفیظ! آؤ رب سے دعا ہم کریں گے بدل کے لئے التجا ہم کریں گے
گو **بیٹا حذیفہ جگر گوشۂ شیخ عالی** خود اک فاضلِ نوجواں ہے

تعزیتی منظوم کلام ——— بقلم :- مولانا نعمت اللہ عباس دربھنگہ

خادم السنۃ والقران ، عامر المساجد والمدارس ،بانئ جامعہ اشاعت العلوم اکل کواں
حضرت مولاناغلام محمد وستانوی صاحب رحمۃاللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی منظوم کلام

زمین ہند کے بےتاج سلطاں جب ہوئے رخصت
قیادت کی جہاں کے دست وپا ہی ہوگئے رخصت

مسلماں کا جو تھا نور نظر اور قیمتی گوہر
سسکتہ، بلبلاتا چھوڑ کے وہ ہوگئے رخصت

جو تھا مقبول عام و خاص اور ایثار کا پیکر
امین و پاسباں اور شاکر و صابر ہوئے رخصت

بیاں شریں ، تخیل پاک اور نغمہ تھا پاکیزہ
گداگر ، مرد درویش و قلندر ہوگئے رخصت

کہ فنکاروں، قلم کاروں سے پوچھو درد ہے کتنا
زباں بس کہ رہی ہے نعمت عظمی ہوئی رخصت

زمانے پر بڑا احسان ہے وستانوی تیرا
عظیم المرتبت ، عالی نسب حضرت ہوئے رخصت

خدا **وستانوی** کامل ولی کی مغفرت فرما
ہمیں نعم البدل ان کا عطا کر جو ہوئے رخصت

عثمان زمانہ ــــــــــــــــــــــــــــــــ بقلم :-مؤلف

اے بندے خدا تجھ پر قربان زمانہ ہے
ہر لب پہ مدح تیری، ہر لب پر ترانہ ہے

تیرے دم سے وطن میں ہے قرآنی اشاعت ہے
تو خادمِ بقرآن ہے، تو سلطانِ زمانہ ہے

دینی نشر و اشاعت میں ثانی نہیں تیرا
تو ملت کا نگہبان ہے، تو عثمانِ زمانہ ہے

ہے رب سے دعا الطاف اس مردِ مجاہد کو
تو رکھنا پناہوں میں جو در یگانہ ہے

نکہت عقیدت ـــــــــــ بقلم :-مؤلف

عالم ہو تو کیسا ہو....؟
خادم قرآن جیسا ہو....!
اشاعت دیں میں ہر لمحات
ڈوبے رہتے وہ دن رات
ان کے دل کی یہ جذبات
عمر بھر کروں میں خدمات
ان کا چرچا دنیا میں
صوبہ ضلع قریہ میں

عالم ہو تو کیسا ہو....؟
خادم قرآن جیسا ہو....!

وہ بندہ مخلص زاہد ہیں
صالح بزرگ عابد ہیں
صدیق یونس شیر کے
خلیفہ خادم شاگرد ہیں
ان کی مدحت ہونٹوں پہ
بچے بوڑھے لوگوں پہ

عالم ہو تو کیسا ہو....؟
خادم قرآن جیسا ہو....!
اشاعت دیں میں ہر لمحات
ڈوبے رہتے وہ دن رات
ان کے دل کی یہ جذبات
عمر بھر کروں میں خدمات
ان کا چرچا دنیا میں
صوبہ ضلع قریہ میں

عالم ہو تو کیسا ہو....؟
خادم قرآن جیسا ہو....!

وہ بندہ مخلص زاہد ہیں
صالح بزرگ عابد ہیں
صدیق یونس شیر کے
خلیفہ خادم شاگرد ہیں
ان کی مدحت ہونٹوں پہ
بچے بوڑھے لوگوں پہ

مرثیہ بروفات حسرت آیات خادم القرآن، معمارِ مساجد و مدارس

حضرت الحاج مولانا غلام محمد صاحب وستانوی نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہ

بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندوربار مہاراشٹر و رکن شوری دار العلوم دیوبند

نتیجہ فکر: حسین احمد قاسمی معروفی خادم طلباء جامعہ اکل کوا

چھوڑ کر چل دیے آج وستانوی............آہ! وستانوی آہ! وستانوی

آپ کے رہتے دنیا یہ معمور تھی ۔ محفل دین مجلس بھی معمور تھی ۔ یہ گلستاں چمن سب ہی آباد تھے
تم کہاں چل دیے میرے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

طلبہ جامعہ اُن کو محبوب تھے ۔ کتنی عزت تھی ان کی یہ مرغوب تھے ۔ اپنے بیٹوں سے زیادہ یہ مطلوب تھے
ان کو اپنا سمجھتے تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

وہ یتیموں کے ماوی و ملجا بھی تھے ۔ اور بیواؤں کے وہ سہارا بھی تھے ۔ اور ضعیفوں کی خاطر سنبھالا بھی تھے
ان کے مرجع و ماوی تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

ہاں مدارس کی دنیا کے وہ شاہ تھے ۔ اور مراکز مکاتب کے بھی شاہ تھے ۔ اور نظامت کے فن کی کھلی راہ تھے
کیا بتاؤں کہ کیا کیا تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

قوم کی فکر اُن کو ستاتی رہی ۔ فکر ہی اُن کو رستہ دکھاتی رہی ۔ فکر اُن کی سبھی کو جگاتی رہی
غم سبھی اوڑھ لیتے تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

لوگ مسجد کا معمار کہتے انہیں ۔ مدرسوں کی بھی ہیں جان کہتے انہیں ۔ اور خادم بھی قرآں کا کہتے انہیں
واقعی دیں کے خادم تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

آج مغموم ہے جامعہ کا چمن ۔ اوڑھ کر سو گیا مقتدا ہے کفن ۔ دل کی دھڑکن رکی قلب میں ہے شکن
کیوں کہ دھڑکن دلوں کی تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

آپ کوساڑی میں جب کہ پیدا ہوئے ۔ جون پہلی تھی جب آپ پیدا ہوئے ۔ پھر وہیں پر بڑھے اور جواں بھی ہوئے
سب کے محبوب رہتے تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

سن تھا انیس سو ساتھ اس کے پچاس ۔ اہل خانہ کو تھی آپ سے خوب آس ۔ جا کے ترکیسر علمی بجھائی تھی پیاس
علم کی دھن میں رہتے تھے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

کارنامے بہت آپ کے ہیں یہاں ۔ علما حفاظ قراء ہوئے ہیں یہاں ۔ صدقہ جاریہ سب کے سب ہیں یہاں
قبر میں ہو سکوں تجھ کو وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

یہ حذیفہ یقیناً پریشان ہیں ۔ اور اویس حزیں آج حیران ہیں ۔ ہاں سعید مصفا میں وجدان ہیں
جب وہاں آپ پہنچے ہیں وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

اہل خانہ کو صبر و سکوں ہو عطا ۔ اور بیوہ کا حامی تو ہو جا خدا ۔ بیٹیوں کو بھی ہمت ملے اے خدا
تجھ کو جنت ملے میرے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

اُن کی حسنات الٰہی تو کر لے قبول ۔ قبر پہ اُن کی ہو رحمتوں کا نزول ۔ ہو بہشت بریں نیکیوں کا حصول
چین سے تم رہو میرے وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

اے حسین حزیں لکھنا تو کر دے بس ۔ خوبیوں کو گنانے میں تو ہے بے بس ۔ اب تو مولا سے میری دعا ہے یہ بس
جا کے سو جائے جنت میں وستانوی ۔ آہ! وستانوی آہ! وستانوی

تعزیتی نظم بر وصال

سلطان المدارس والمساجد والمکاتب

خادم القرآن **حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی** نور اللہ مرقدہ

موسس رئیس الجامعہ الاسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

تاریخ ولادت: یکم جون 1950ء ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۶۹ھ بروز جمعرات...... تاریخ وفات: 4رمئی 2025ء ۵رذی قعدہ ۱۴۴۶ھ بروز اتوار

بخدمت: جانشین حضرت غلام محمد وستانویؒ **حضرت مولانا حذیفہ وستانوی صاحب** مدظلہ العالی
ناظم: اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر، الہند

کلام از: مولانا مفتی امتیاز احمد خان مفتاحی نعمانی ماہر نقشبندی نرملی
امام وخطیب مسجد تاج وخادم جامعۃ المؤمنات نرمل تلنگانہ انڈیا 9912788473

پیشکش منظوم کلام: ★ من جانب رفقاء درس حضرت رئیس الجامعہ خادم الامہ حضرت مولانا حذیفہ غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم العالیہ

★ مولانا قاضی سید کریم الدین کنوٹ اشاعتی ★ مولانا عبد الحسیب صاحب ممبئی ★ مفتی عمران اشاعتی ★ محمد شاداب صاحب اشاعتی

ناظم مدرسہ معراج العلوم پینشن پورہ ہنگولی — استاد حدیث جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا — بیڑ ناظم مدرسہ بیڑ — ناظم مدرسہ 12 ببول احمد نگر

چلے ہیں خادم قرآں بڑھی ہے کتنی حیرانی
بڑی مشکل سے ملتا ہے یہاں پر اب کوئی ثانی

ہمیشہ ان کو رہتی تھی فقط اک فکر ایمانی
ہمیشہ ان کے چہرے پر بہت دیکھی تھی تابانی

گھرے رہتے تھے ہر دم وارثین انبیاء ہی میں
کہ قرآں ہی کی خدمت میں تھا ہر اک کام لاثانی

مبارک زندگی تھی وہ حقیقت میں مرے ہمدم
کہ ان کی صبح رحمانی تھی ان کی شام روحانی

بہت مشکل ہی ہوتا ہے ہمیں محسوس یہ ہر دم
کوئی کیا دے سکے آخر بھلا ان کی سی قربانی

کوئی محفل بھی ہو ہمدم وہ خادم بن کے رہتے تھے
بہت پر نور چہرہ تھا کشادہ تھی وہ پیشانی

ہمیشہ فکر ہوتی تھی نہ پیش آئے کوئی مشکل
وہ دیں کے خادموں کے ساتھ کرتے تھے جو آسانی

بلندی ان کے حصے میں چلی آتی تھی ہر اک پل
قلندر تھا مزاج ان کا وہ روحانی تھی سلطانی

تکلف اور تصنع بھی نہیں تھا ذات میں ان کے
خدا کے فضل سے تھی کیفیت ہی ان کی وجدانی

مدارس بھی مکاتب بھی ہوئے آباد کتنے ہی
کہ ان کے ذہن پر طاری تھی ہر دم فکر قرآنی

سراپا وہ تو مخلص تھے وہ اپنی قوم کے محسن
ثمر اور شجر سارے ہوئے یوں کی گلستانی

حذیفہؔ تم بڑھو آگے دعائیں ساتھ ہیں ان کی
خدا کے فضل سے ہرگز نہ ہوگی کچھ پریشانی

مکمل مدح خوانی بھی کہاں ممکن ہے اے ماہرؔ
حقیقت ہے بہت ہی تنگ میری تنگ دامانی